حقوقِ قرآن

پبلشرز
ولایت سنز لاہور

Marfat.com

Marfat.com

DATA ENTERED
215500

حقوقِ قرآن

پبلشرز: ولایت سنز لاہور

Marfat.com

ا

رزا

۲۰۰۰ء

روڈلاہور-54000

042-63115

Marfat.com

حسن ترتیب

عنوان	صفحہ
❀ ایمان و تعظیم	9
❀ تلاوت و ترتیل	16
1- تجوید	18
2- روزانہ کا معمول	19
3- خوش الحانی	20
4- آداب ظاہری و باطنی	22
5- ترتیل	23
6- حفظ	24
❀ تذکّر و تدبّر	26
❀ حکم و اقامت	38
❀ تبلیغ و تبیین	53

Marfat.com

عرض ناشر

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیمُ

اَمَّا بَعدُ فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

زیرِ نظر کتاب ”حقوقِ قرآن“ ایک طالبہ (جو فہم قرآن انسٹیٹیوٹ لاہور سے فارغ التحصیل ہیں) کی وساطت سے مجھ تک پہنچی۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں مزکورہ کتاب کو چھپوا کر فی سبیل اللہ تقسیم کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے کمپوزنگ سے پہلے کتاب کا مطالعہ کیا تو دل چاہا کہ کتاب کی تعداد دگنی کر دی جائے‘ تاکہ زیادہ سے زیادہ خواتین و حضرات مستفیض ہو سکیں۔ یہ کتاب آج سے بیس سال قبل اس وقت شائع ہوئی جب ہمارے ملک میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں سطحوں پر ”نزول قرآن کا چودہ سو سالہ جشن“ منایا جا رہا تھا۔

کتاب میں مصنف کا نام نہیں لکھا گیا‘ بہت کوشش کے باوجود بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک قرآن کے سکالر کی کسی اجتماع میں کی ہوئی تقریر ہے‘ جس کو کتابی شکل دی گئی ہے۔ مذکورہ کتاب میں قرآن کے حوالوں کی تصیح کی گئی ہے جو پہلی بار طباعت کے وقت غلط چھپ گئے تھے اور کہیں کہیں جملوں کی درستگی بھی کر دی گئی ہے‘ بقیہ کتاب کا متن جوں کا توں ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے والوں سے التماس ہے کہ پڑھ کر دوسرے دوستوں تک بھی پہنچائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خواتین و حضرات استفادہ کر سکیں اور یہ مشن جاری رہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذات پاک مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ خواتین و حضرات کو کتاب سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً

مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ!" ______ برادرانِ اسلام!

آپ کو معلوم ہے کہ آج کل ہمارے ملک میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں سطحوں پر "نزولِ قرآن مجید کا چودہ سو سالہ جشن" منایا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں دو باتیں سمجھ لینے کی ہیں۔

ایک یہ کہ اس قسم کی نئی نئی تقریبات کی ایجاد و ترویج ہمارے دین کے مزاج سے مناسبت نہیں رکھتی۔ ہمیں اپنے تمام دینی جذبات کے اظہار کے لئے صرف ان تقریبات پر اکتفا و قناعت کرنا چاہئے جو رسول اللہ ﷺ سے ماثور چلی آرہی ہیں۔ ان میں نت نئے اضافوں سے دین میں بدعت کا دروازہ کھلتا ہے۔ جس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانِ مبارک ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ :-

وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔

ترجمہ: سب سے برے کام وہ ہیں جو (دین میں) نئے ایجاد کر لئے جائیں۔ ایسا ہر کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔

موجودہ سلسلہ تقریبات کے ساتھ لفظ "جشن" بھی خاص اہمیت کا حامل ہے، اس سے ذہن

Marfat.com

خواہی نخواہی جشنوں کے اس سلسلے کے جانب منتقل ہو جاتا ہے جو خیبر سے کراچی تک مختلف علاقائی ناموں سے منائے جارہے ہیں اور جن میں اس نام نہاد ثقافت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جو قرآن مجید کی تعلیمات پر ایک کھلا طنز ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ الحاد پسند اور اباحیت پرست لوگوں کے لئے اس قسم کے بے شمار جشنوں کے اہتمام کے ساتھ جشنِ نزول قرآن مجید کا انعقاد غالباً ایک رشوت ہے جو مذہبی ذوق رکھنے والے لوگوں کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس قسم کی تقریبات سے اگر یہ فائدہ اٹھایا جائے کہ ان کے ذریعے عوام میں دین و مذہب سے لگاؤ پیدا ہو۔ قرآن حکیم کے ساتھ ان کا ربط و تعلق بڑھے اور اس بُعد میں کمی ہو جو آج ہمارے اور قرآن مجید کے مابین پیدا ہو گیا ہے تو پھر بھی ان کے انعقاد کے جواز کا کوئی پہلو شاید پیدا کیا جا سکے۔ لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس قسم کا کوئی فائدہ اس نوعیت کی تقاریب سے حاصل نہیں ہوتا۔ قرآن کی تزئین و آرائش یا حسن قرأت کے مظاہروں اور مقابلوں سے تو بہر حال اس قسم کے کسی فائدے کے حصول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو کانفرنسیں یا جلسے قرآن مجید کے نام پر منعقد ہوتے ہیں ان میں بھی اکثر سارا زور قرآن مجید کے مقام و مرتبے کی وضاحت یا اس کی شان کے بیان پر صرف کر دیا جاتا ہے اور اس بات کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے کہ ہم پر بحیثیت مسلمان قرآن مجید کے کیا کیا حقوق عائد ہوتے ہیں اور ان کی ادائیگی کی کیا صورت ممکن ہے! حالانکہ جہاں تک قرآن مجید کے مقام یا مرتبے اور شان و عظمت کا تعلق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کا بیان تو کجا کما حقہ' ادراک بھی کسی انسان کے بس میں نہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ

ع قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند گوہری

قرآن حکیم کے اصل مقام و مرتبہ کا علم صرف اس شاہِ ارض و سماوات کو ہے جس کا یہ کلام

Marfat.com

ہے اور اس کی حقیقی قدر و قیمت سے آگاہ صرف وہ ذاتِ بابرکت ہے جس پر یہ نازل ہوا' صلی اللہ علیہ وسلم ☆

☆ قرآن مجید کی حقیقی قدر و منزلت اور واقعی مقام و مرتبے کا ادراک عام انسانی ادراکات کی سطح سے اس قدر ماوراء ہے کہ فکر انسانی کی رہنمائی کے لئے خود قرآن نے ایک تمثیل کے ذریعے اس کا بس ایک ہلکا سا تصور پیش کیا ہے کہ :

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ O (سورہ حشر۔۲۱)

ترجمہ: اگر ہم اتار دیتے اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔ اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔

_____ ہمارا اصل کام یہ ہے کہ پوری دیانتداری کے ساتھ پہلے یہ سمجھیں کہ ہم پر اس کتاب مبارک کے کیا حقوق عائد ہوتے ہیں۔ پھر یہ دیکھیں کہ آیا ہم انہیں ادا کر رہے ہیں یا نہیں اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایسا نہیں ہے تو پھر یہ سوچیں کہ ان کی ادائیگی کی صورت ممکن ہو سکتی ہے اور پھر بلا تاخیر اس کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔ اس لئے کہ اس کا براہِ راست تعلق ہماری عاقبت اور نجات سے ہے اور اس معاملے میں کسی کوتاہی کی تلافی قرآن حکیم کی شان میں قصیدے پڑھنے سے بہر حال نہیں ہو سکتی _____ چنانچہ میں آج کی صحبت میں انہی امور پر کسی قدر وضاحت سے گفتگو کروں گا۔

Marfat.com

مسلمان پر قرآن مجید کے حقوق

ثقیل الفاظ یا دینی اصطلاحات سے صرف نظر کرتے ہوئے عام زبان میں بیان کیا جائے تو قرآن مجید کے یہ پانچ حقوق ہر مسلمان پر عائد ہوتے ہیں۔

۱۔ اللہ کی سچی اور آخری کتاب مانا جائے۔

۲۔ اسے پڑھا جائے۔

۳۔ اسے سمجھا جائے۔

۴۔ اس پر عمل کیا جائے۔

۵۔ اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اب میں چاہتا ہوں کہ ان پانچوں حقوق کی قدرے تفصیل ان اصطلاحات کی مختصر تشریح کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے پیش کروں جو خود قرآن مجید میں ان کے لئے استعمال ہوئی ہیں تاکہ ضمنی فائدے کے طور پر آپ حضرات قرآن مجید کی بعض بنیادی اصطلاحات سے بھی مانوس ہو جائیں۔

Marfat.com

ایمان و تعظیم

ماننے کا اصطلاحی نام ایمان ہے اور اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک "اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ" اور دوسرے "تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ"۔ اقرارِ لسانی دائرہ اسلام میں داخلے کی شرطِ لازم ہے اور تصدیق قلبی، حقیقی ایمان کا لازمہ ہے۔

قرآن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اس کا اقرار کیا جائے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو برگزیدہ فرشتے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ اس اقرار سے انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے لیکن حقیقی ایمان اسے اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ان تمام امور پر ایک پختہ یقین اس کے قلب میں پیدا ہو جائے۔ پھر ظاہر ہے کہ جب یہ صورت پیدا ہو جائے گی تو خود بخود قرآن کی عظمت کا نقش قلب پر قائم ہو جائے گا اور جوں جوں قرآن پر ایمان بڑھتا جائے گا اس کی تعظیم و احترام میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا گویا ایمان و تعظیم لازم و ملزوم ہیں۔

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پر ایمان سب سے پہلے خود نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھی رضوان اللہ علیہم اجمعین لائے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ (البقرہ۔ ۲۸۵)

ترجمہ: (اللہ کا) رسول اس (کلام) پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوا ہے اور مومنین (بھی)۔

یہ ایمان پورے تصدیق قلب کے ساتھ تھا اور اس گہرے یقین پر مبنی تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو اس کی تعظیم و احترام کا گہرا نقش ان کے قلوب پر ثبت ہو گیا اور

Marfat.com

دوسری طرف گہری محبت اور والہانہ عقیدت کا ایک تعلق اس کے ساتھ قائم ہو گیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کو نزول وحی کا شدت کے ساتھ انتظار رہتا تھا اور آپ ﷺ اس کے لئے بے چین رہتے تھے اور چاہتے تھے کہ وحی جلد جلد آیا کرے۔ پھر جب قرآن اترتا تھا تو آپ ﷺ کمال شوق سے جلد از جلد اس کو یاد کر لینے کی کوشش کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازراہ محبت و شفقت ان امور میں مبالغے سے منع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ :

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (طٰہٰ۔ ۱۱۴)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ تم پر اس کی وحی پوری ہو جلدی نہ کیا کرو۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (سورہ قیامۃ۔ ۱۶)

ترجمہ: (اے پیغمبر) اس (وحی کو یاد کرنے) کے لئے اپنی زبان کو (جلدی) نہ چلاؤ۔

نزول قرآن کے ابتدائی دور میں جب ایک بار وحی کی آمد میں قدرے دیر ہو گئی تو یہ وقفہ رسول اللہ ﷺ پر اس قدر شاق گزرا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ شدتِ غم سے میں سوچتا تھا کہ اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دوں۔ رات کا اکثر حصہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سوجھ جاتے تھے اور قرآن ہی کی شہادت ہے کہ ایک تہائی، آدھی اور دو تہائی رات اس طرح بسر کرنے میں بہت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ کا اتباع کرتے تھے۔ جیسا کہ میں بعد میں تفصیل سے عرض کروں گا۔ اکثر صحابہؓ ہفتے میں ایک بار ضرور قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا ان کا حال یہ تھا کہ صحابہؓ سے باصرار فرمائش کر کے قرآن مجید سنا کرتے تھے اور بسا اوقات شدت تاثر سے آپ کے آنسو بہہ نکلتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرآن سے اس گہرے شغف اور اس کے

Marfat.com

جانب اس قدر التفات کا سبب یہ تھا کہ انہیں یہ "حق الیقین" حاصل تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے ـــــ ہمارا حال اس کے بالکل بر عکس ہے۔ قرآن کے مُنزَل من اللّٰہ ہونے کا اقرار تو ہم کرتے ہیں اور اس پر بھی اللہ کا جتنا شکر کیا جائے کم ہے کہ اس نے ہمیں ان لوگوں میں پیدا فرمادیا جو قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہیں لیکن الا ماشاء اللہ اس کے کلامِ الٰہی ہونے کا یقین ہمیں حاصل نہیں اور در حقیقت یہی ہمارے قرآن سے بُعد اور اس کی جانب عدم التفات و توجہ کا اصل سبب ہے۔ آپ شاید میری اس بات سے ناراض ہوں لیکن اگر ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور ان کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ واقعی ہمارے قلوب قرآن پر یقین سے خالی ہیں اور ریب اور شک نے ہمارے دلون میں ڈیرا ڈالا ہوا ہے۔ ہماری اس کیفیت کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْ بَعْدِ هِمْ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ

(سورہ شوریٰ۔ ۱۴)

ترجمہ: اور بے شک جو لوگ اگلوں کے بعد کتاب (الٰہی) کے وارث بنائے گئے وہ اس کی طرف سے سخت الجھن میں ڈالنے والے شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نہ ہمارے دلوں میں اس کی کوئی عظمت ہے' نہ اس کو پڑھنے پر ہماری طبیعت آمادہ ہوتی ہے' نہ اس پر غور و فکر کی کوئی رغبت ہم اپنے اندر پاتے ہیں اور نہ ہی کبھی ہمیں زندگی کا واقعی لائحہ عمل بنانے کا خیال آتا ہے۔ اس پوری صورت حال کا اصل سبب ایمان اور یقین کی کمی ہے اور جب تک اسے دور نہ کیا جائے کسی وعظ و نصیحت سے کوئی پائیدار نتیجہ بر آمد نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے دِل کو اچھی طرح ٹٹولے اور دیکھے کہ وہ قرآن مجید کو بس ایک متوارث مذہبی عقیدے (Dogma) کی بنا پر ایک ایسی "مقدس آسمانی کتاب" سمجھتا ہے جس کا زندگی اور اس کے جملہ معاملات سے کوئی تعلق نہ ہو یا

Marfat.com

اسے یقین ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو اس لئے نازل ہوا ہے کہ لوگ اس سے ہدایت پائیں اور اسے اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں۔

اگر دوسری بات ہے کہ تو فھو المطلوب اور اگر پہلا معاملہ ہے' اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری ایک عظیم اکثریت کے ساتھ یہی صورت ہے' تو پھر سب سے پہلے ایمان کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی اس لئے کہ قرآن مجید کے دوسرے تمام حقوق کی ادائیگی کا مکمل انحصار اسی پر ہے۔

پوچھا جاسکتا ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کی عملی تدبیر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان کی تحصیل کا سب سے زیادہ آسان اور سب سے بڑھ کر موثر ذریعہ تو اصحاب ایمان و یقین کی صحبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوب میں ایمان و یقین کی جو کیفیت مجسمۂ ایمان اور پیکر یقین ﷺ کی صحبت کی بدولت پیدا ہوئی تھی اس کا تصور بھی اب ناممکن ہے ___ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی عوام الناس تو نور ایمانی کے اکتساب کے لئے ایسے خواص کی صحبت ہی کے محتاج ہیں جن کے دلوں میں ایمان و یقین کی شمعیں روشن ہوں' لیکن خود ان "خواص" کے لئے نور ایمان کا سب سے بڑا منبع قرآن مجید ہے اور اس کے بعد اخبار و آثار اور سیرت رسول ﷺ اور سیرِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایسا مطالعہ جس سے طالب کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کی معنوی صحبت میسر آجائے ___ رہا خود قرآن پر یقین اور اس میں اضافہ تو اس کا تو بس ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ خود قرآن مجید ہے۔

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی قاری کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

(مولانا ظفر علی خان مرحوم)

Marfat.com

جیسا کہ میں بعد میں کسی قدر تفصیل سے عرض کروں گا' در حقیقت ایمان کوئی باہر سے ٹھونسی جانے والی چیز نہیں ہے۔ اس کی شمع تو انسان کے اپنے باطن میں روشن ہے اور اس کا قلب بذاتِ خود وہ جامِ جہاں نما ہے جس میں کائنات کے وہ تمام حقائق از خود منعکس ہیں جن کا دوسرا نام ایمان ہے۔ ہوتا صرف یہ ہے کہ غلط ماحول اور غلط تعلیم و تربیت کے اثرات سے انسان کی شمع باطن کی روشنی دھندلا جاتی ہے [1] اور اس کے اعمال بد کے سبب اس کا آئینہ قلب مکدّر ہو جاتا ہے [2] ـــــ!

---

[1] كُلُّ مَوْلُودٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ.......... الخ حدیث نبویؐ

ترجمہ: ہر انسان فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

[2] كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورہ مطففین۔۱۴)

ترجمہ: نہیں' بلکہ ان کے اعمال کے نتیجے میں ان کے قلوب پر زنگ چڑھ گیا ہے۔

اور اس آئینے کو صیقل کرنے اور انسان کی اس شمع باطن کے نور کو اجاگر کرنے کے لئے ہی کلام الٰہی تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ [3] بن کر نازل ہوا ہے۔ تلاش حق کی نیت سے اسے پڑھا اور اس پر غور و فکر کیا جائے تو سارے حجابات دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور انسان کا باطن نورِ ایمان سے جگمگا اٹھتا ہے۔

---

[3] **ترجمہ:** (یہ ساری چیزیں) آنکھیں کھولنے والی اور سبق دینے والی ہیں ہر (حق کی طرف) رجوع ہونے والے بندے کے لئے۔ (سورۂ ق۔۸)

یہ تو ہوئی نورِ ایمانی کی اوّلین تحصیل' اس کے بعد بھی جب کبھی غفلت یا غلبہ بہیمیت کے سبب سے آئینہ قلب غبار آلود ہو جائے تو اس کے جلاء و صیقل کا موثر ترین ذریعہ قرآن مجید ہی ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

Marfat.com

''اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَآءُ''
قِيْلَ ''يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا جِلَاءُ هَا؟'' قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ
الْقُرْاٰن'' (بیہقی)

ترجمہ: بنی آدم کے قلوب بھی اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے لوہا پانی پڑنے سے' دریافت کیا گیا' یا رسول اللہ ﷺ اس زنگ کو دور کس چیز سے کیا جائے؟ فرمایا! موت کی بکثرت یاد اور قرآن مجید کی تلاوت۔

خلاصہ کلام یہ کہ محض ایک متوارث عقیدے کے طور پر قرآن کو ایک مقدس آسمانی کتاب ماننے سے ہماری موجودہ صورتِ حال میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی اور قرآن مجید کے ساتھ عدم التفات کا جو رویہ ہمارا اس وقت ہے وہ نہیں بدل سکتا۔ قرآن مجید کے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی کی اوّلین شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے ہمارے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ہماری ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔

اس یقین کے پیدا ہوتے ہی قرآن کے ساتھ ہمارے تعلق میں ایک انقلاب آجائے گا۔ یہ احساس کہ یہ ہمارے اس خالق و مالک کا کلام ہے جس کی ذاتِ تبارک و تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے اور جس کا ادنیٰ ترین درجے میں بھی کوئی تصور ہمارے بس میں نہیں اور جس کی ذات کے ادراک سے عجز کا احساس ہی بقول افضل البشر بعد الانبیاء کمال ادراک [1] ہے۔ ہمارے فکر و نظر میں ایک انقلاب برپا کر دے گا۔ پھر ہمیں محسوس ہو گا کہ اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے قرآن سے بڑی کوئی دولت اور اس سے عظیم تر کوئی نعمت موجود نہیں [2]۔

پھر اس کی تلاوت ہماری روح کی غذا اور اس پر غور و فکر ہمارے قلوب و اذہان کے لئے روشنی بن جائیں گے ___ اور یقیناً یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی کہ اس کی تلاوت سے ہم کبھی سیر نہ ہو سکیں گے اور اپنی بہترین ذہنی و فکری صلاحیتوں اور اپنی پوری عمر کو اس پر تدبر و تفکر میں کھپا کر بھی ہم

Marfat.com

محسوس کریں گے کہ

ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

لے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا ایک مشہور قول "العَجز عَن درکِ الذّاتِ ادراك" جس پر سیدنا علیؓ نے یہ گرہ لگائی کہ "والبحثُ عن کُنه الذَّاتِ اشراك"

ٹے جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو قرآن ایسی دولت عطا ہوئی اور پھر بھی اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی اور کو اس سے بڑھ کر نعمت ملی ہے اس نے قرآن کی قدر و منزلت کو نہ پہچانا۔

Marfat.com

تلاوت و ترتیل

قرآن کے پڑھنے کے لئے خود قرآن مجید میں اگرچہ قرأت اور تلاوت دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن احترام و تعظیم کے ساتھ اسے ایک مقدس آسمانی کتاب سمجھتے ہوئے ذہنی اور نفسیاتی طور پر اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے اتباع اور پیروی کے جذبے کے ساتھ قرآن کو پڑھنے کے لئے اصل قرآنی اصطلاح ''تلاوت'' ہی کی ہے اس لئے بھی کہ یہ لفظ صرف آسمانی صحیفوں کے پڑھنے کے لئے خاص ہے جب کہ قرأت ہر چیز کے پڑھنے کے لئے عام ہے اور اس لئے بھی کہ تلاوت کا لغوی مفہوم ساتھ لگے رہنے اور پیچھے پیچھے آنے کا ہے جب کہ قرأت مجرد جمع وضم کے لئے آتا ہے۔ عام گفتگو میں ابتداء قرأت کا لفظ قرآن سیکھنے اور اس کے علم کی تحصیل کے لئے استعمال ہوتا تھا اور قاری عالم قرآن کو کہا جاتا تھا لیکن بعد میں یہ اصطلاح قرآن کو اہتمام اور تکلف کے ساتھ قواعد تجوید کی خصوصی رعایت اور حروف کے مخارج کی صحت کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے پڑھنے کے لئے خاص ہوتی چلی گئی جب کہ تلاوت کا اطلاق عام طریقے پر انابت اور خشوع و خضوع کے ساتھ حصول برکت و نصیحت کی غرض سے قرآن پڑھنے پر ہونے لگا۔

تلاوت کلام پاک ایک بہت بڑی عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان کو ترو تازہ رکھنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

قرآن صرف ایک بار سمجھ لینے کی چیز نہیں ہے بلکہ بار بار پڑھنے اور ہمیشہ پڑھتے رہنے کی چیز ہے اس لئے کہ یہ روح کے لئے بمنزلہ غذا ہے اور جس طرح جسم انسانی اپنی بقاو تقویت کے لئے مسلسل غذا کا محتاج ہے جو انسان کے جسدِ حیوانی کی طرح سب زمین ہی سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح رُوحِ انسانی جو خود آسمانی چیز ہے، کلام ربانی کے ذریعے مسلسل تغذیہ و تقویت کی محتاج ہے ـــــ!

Marfat.com

اگر قرآن بس ایک مرتبہ سمجھ لینے کی چیز ہوتی تو کم از کم نبی اکرم ﷺ کو تو اس کے بار بار پڑھنے کی قطعاً کوئی حاجت نہ تھی۔ لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو مسلسل قرآن پڑھتے رہنے کی بار بار تاکید ہوئی۔ عہد رسالت کے بالکل ابتدائی ایام میں تو انتہائی تاکیدی حکم ہوا کہ رات کا اکثر حصہ اپنے رب کے حضور میں کھڑے ہو کر ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے ہوئے بسر کرو۔ بعد کے ادوار میں بھی خصوصاً جب مشکلات و مصائب کا زور ہوتا تھا اور صبر و استقامت کی خصوصی ضرورت ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو تلاوت قرآن ہی کا حکم دیا جاتا تھا۔ چنانچہ سورۂ کہف آیت نمبر ۲۷ میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتٰبِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ○

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) تمہارے رب کی کتاب جو تم پر وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت میں لگے رہو۔ اللہ کی باتیں کوئی بدل نہیں سکتا اور (اگر کسی کی خاطر تم احکام الٰہی میں ردوبدل کرو گے تو) اس کے سوا تم کوئی جائے پناہ نہ پاؤ گے۔

اور سورۂ عنکبوت آیت نمبر ۴۵ میں ارشاد ہوا:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ

ترجمہ: (اے پیغمبر یہ) کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کرتے رہو اور نماز قائم کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت مسلسل کرتے رہنا ضروری ہے اور یہ مومن کی روح کی غذا اس کے ایمان کو تروتازہ اور سرسبز و شاداب رکھنے کا اہم ترین ذریعہ اور مشکلات و موانع کے مقابلے کے لئے اس کا سب سے موثر ہتھیار ہے۔

کتاب الٰہی کے اصل قدردانوں کی یہ کیفیت قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے کہ:

Marfat.com

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (البقرہ۔۱۲۱)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آیت کریمہ کا مصداق بنائے اور ہم سب کو توفیق دے کہ ہم قرآن مجید کا حقِ تلاوت ادا کر سکیں۔ لیکن اس کے لئے سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن کی تلاوت کا حق ہے کیا؟ اور اس کی ادائیگی کی شرائط کیا ہیں؟

ا۔ تجوید

اس سلسلے میں سب سے پہلی ضروری چیز قرآن مجید کے حروف کی شناخت' ان کے مخارج کا صحیح علم اور رموز واوقاتِ قرآنی کی ضروری معلومات کی تحصیل ہے جسے اصطلاحاً تجوید کہتے ہیں اور جس کے بغیر قرآن مجید کی صحیح اور رواں تلاوت ممکن نہیں۔ آج سے تیس چالیس سال قبل تک ہر مسلمان بچے کی تعلیم کی ابتداء اسی سے ہوتی تھی اور وہ سب سے پہلے قرآن کے حروف کی پہچان اور ان کی صحیح ادائیگی کی صلاحیت حاصل کرتا تھا۔ افسوس کہ ادھر ایک عرصے سے مساجد و مکاتب کی تعلیم کے زوال اور کنڈر گارٹن قسم کے مدارس کے رواج کی بدولت یہ صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے کہ مسلمان قوم کی نوجوان نسل کی ایک عظیم اکثریت حتیٰ کہ بہت سے بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگ بھی قرآن مجید کو ناظرہ پڑھنے پر بھی قادر نہیں۔ میں ایسے تمام حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی اس کمی کا احساس کریں اور جلد از جلد اسے دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور خواہ وہ عمر کے کسی بھی مرحلے میں ہوں۔ قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کی صلاحیت لازماً پیدا کریں۔ ساتھ ہی ہمیں چاہئے کہ اپنی اولاد کے بارے میں یہ طے کر لیں کہ ان کی تعلیم کی ابتداء اسی سے ہو گی اور سب سے پہلے وہ قرآن کے حروف کی پہچان اور ان کو صحیح مخارج سے ادا کرنا سیکھیں گے ___ اس معاملے میں حد سے زیادہ غلو تو اگرچہ اچھا نہیں لیکن قرآن مجید کو روانی کے ساتھ صحیح اصوات و

Marfat.com

مخارج اور رموز واوقاف کی رعایت و لحاظ کے ساتھ پڑھنے پر قادر ہونا تو ہر معمولی پڑھے لکھے انسان کے لئے بھی لازم اور قرآن مجید کے حق تلاوت کی ادائیگی کی شرط اولین ہے۔

۲۔ روزانہ کا معمول

قرآن مجید کے حق تلاوت کی ادائیگی کے لئے دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ تلاوت قرآن کو زندگی کے معمولات میں مستقل طور پر شامل کیا جائے اور ہر مسلمان تلاوت کا ایک مقررہ نصاب پابندی کے ساتھ لازماً پورا کرتا رہے۔ مقدارِ تلاوت مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہو سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ مقدار جس کی رسول اللہ ﷺ نے توثیق فرمائی ہے یہ ہے کہ تین دن میں قرآن ختم کیا جائے۔ یعنی دس پارے روزانہ پڑھے جائیں اور کم سے کم مقدار جس سے کم کا تصور بھی ماضی قریب تک نہ کیا جا سکتا تھا' یہ ہے کہ ایک پارہ روزانہ پڑھ کر ہر مہینے قرآن ختم کر لیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ کم از کم نصاب ہے جس سے کم پر تلاوت قرآن کے معمول کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ درمیانی درجہ جس پر اکثر صحابہؓ عامل تھے اور جس کا حکم بھی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیا تھا یہ ہے کہ ہر ہفتے قرآن ختم کر لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دور صحابہؓ میں قرآن کی تقسیم سورتوں کے علاوہ صرف سات احزاب میں تھی[۱] جن میں سے پہلے چھ احزاب علی الترتیب تین' پانچ' سات' نو' گیارہ اور تیرہ سورتوں پر مشتمل ہیں اور ساتواں جو حزبِ مفصّل کہلاتا ہے بقیہ قرآن مجید پر مشتمل ہے۔ اس طرح ہر حزب کم و بیش چار پاروں کا بنتا ہے جن کی تلاوت انتہائی سکون و اطمینان کے ساتھ دو گھنٹوں میں کی جا سکتی ہے جو دن رات کے عُشر سے بھی کم ہے ___ تلاوت قرآن مجید کا یہ نصاب ہر اس شخص کے لئے لازمی ہے جو دینی مزاج اور مذہبی ذوق رکھتا ہو اور قرآن مجید کا حق تلاوت ادا کرنے کا خواہشمند ہو۔ چاہے وہ عام میں سے ہو یا اہل علم و فکر کے طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس لئے کہ جہاں تک روح کے تغذیہ و تقویت کا تعلق ہے اس کے اعتبار سے تو سب ہی اس کے محتاج ہیں۔ اس کے علاوہ

Marfat.com

عوام کو اس سے ذکر و موعظت حاصل ہو گی اور اہل علم و فکر حضرات اس سے اپنے علم کے لئے روشنی اور فکر کے لئے رہنمائی پائیں گے۔ [2] حتیٰ کہ وہ حضرات بھی جو دن رات قرآن حکیم پر تفکر و تدبر میں لگے رہتے ہوں اور قرآن کی ایک ایک سورت پر برسوں غور و فکر کرتے اور اس کے مشکل مقامات پر عرصہ دراز تک توقف کرتے ہوں وہ بھی قرآن کی اس تلاوت مسلسل سے مستغنی نہیں بلکہ ان کو اس کی دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہی ضرورت ہے اس لئے کہ قرآن کی تلاوتِ مسلسل سے اس کی بہت سی مشکلیں از خود حل ہوتی چلی جاتی ہیں اور بے شمار نئے پہلو سامنے آتے رہتے ہیں۔

---

[1] تیس پاروں اور رکوعوں میں قرآن کی تقسیم بعد کی چیز ہے۔

[2] واقعہ یہ ہے کہ اصحاب فکر جو خرد کی کسی گتھی کو سلجھانے میں مگن ہوں اور سخت الجھن میں ہوں بسا اوقات قرآن حکیم کی مسلسل تلاوت کے دوران یہ محسوس کریں گے کہ جیسے دفعتہً ان کی گتھی سلجھ گئی اور الجھن حل ہو گئی اور قرآن مجید کے کسی ایسے مقام سے انہیں روشنی حاصل ہو گئی جس کو اس سے قبل بے شمار مرتبہ پڑھا تھا لیکن چونکہ وہ مسئلہ ذہن میں موجود نہ تھا لہٰذا اس پہلو کی جانب توجہ نہ ہوئی تھی۔

۳۔ خوش الحانی

قرآن کی تلاوت کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنی حد تک بہتر سے بہتر اسلوب، اچھی سے اچھی آواز اور زیادہ سے زیادہ خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ اس لئے کہ حسنِ سماعت کا ذوق کم و بیش ہر انسان میں ودیعت کیا گیا ہے اور اچھی آواز ہر شخص کو بھاتی ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اور انسان کے کسی فطری جذبے کو یکسر ختم نہیں کرتا بلکہ تمام فطری داعیات کو صحیح راستوں پر ڈالتا ہے۔ حسنِ نظر اور حسنِ سماعت انسان کے فطری داعیات میں سے ہیں۔ قرآن مجید کی خوبصورت اور خوش نما کتابت سے ایک مومن کے حسن نظر کو حقیقی تسکین حاصل ہوتی ہے اور اس کی خوش الحانی کے ساتھ قرأت اس کے ذوقِ سماعت کو آسودگی عطا کرتی

Marfat.com

ہے ___ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تاکیداً فرمایا ہے :-

"زیّنوا القرآن باصواتکم"

ترجمہ: قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔

ساتھ ہی اس معاملے میں کوتاہی پر ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے کہ :

"مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: جو قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

اور اس کے لئے مزید تشویق کے لئے خبر دی ہے کہ :

"مَا اذن اللّٰہُ لِشَیْءٍ اذنہ لِحسنِ الصوتِ بالقراٰن"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس طرح کان نہیں لگاتا جس طرح خوش الحانی کے ساتھ پڑھے جانے والے قرآن پر۔

بارہا ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ راہ چلتے کسی صحابیؓ کو اچھی آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے سنتے تو دیر تک کھڑے ہو کر سنتے رہتے تھے اور بعد میں اس کی تحسین بھی فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ فرمائش کر کے بھی صحابہؓ سے قرآن مجید سنا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن سنانے کی فرمائش کی۔ انہوں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ آپ ہی پر تو وہ نازل ہوا ہے!" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں!" چنانچہ ابن مسعودؓ نے آپ ﷺ کو قرآن سنایا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ___ اسی طرح ایک بار آپ ﷺ نے ایک صحابی ابو موسیٰ اشعریؓ کو حسنِ صوت کے ساتھ قرآن پڑھتے سنا اور ان الفاظ میں تحسین فرمائی کہ تمہیں مزامیر آلِ داؤدؑ میں سے حصہ ملا ہے۔

Marfat.com

___ اس معاملے میں بھی غلو اگرچہ مضر ہے خصوصاً جب اس میں تصنع یا ریا شامل ہو جائیں اور اس کی صورت ایک پیشے کی بن جائے تب تو یہ مہلکات میں سے شمار ہونے والی چیز بن جاتی ہے لیکن ہر شخص کو اپنے ذوقِ حسنِ سماعت کی تسکین بہر حال قرآن کی تلاوت و سماعت ہی میں تلاش کرنی چاہئے! اور خود اپنے حدِ امکان تک اچھے سے اچھے طریقے پر تلاوت کی سعی کرنی چاہئے۔

۴۔ آداب ظاہری و باطنی

قرآن نے حق تلاوت کی ادائیگی کی شرائط میں سے تلاوت کے کچھ ظاہری اور باطنی آداب بھی ہیں۔ یعنی یہ کہ انسان باوضو ہو' قبلہ رخ بیٹھ کر تلاوت کرے اور اس کی ابتداء تعوذ سے کرے ___ پھر یہ کہ اس کا دل کلام اور صاحب کلام دونوں کی عظمت سے معمور ہو۔ حضورِ قلب' خشوع و خضوع اور انابت و رجوع الی اللہ کے ساتھ تلاوت کرے۔ اور خالص طلبِ ہدایت کی نیت اور قرآن حکیم کے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو بدلنے کے عزم مصمم کے ساتھ قرآن کو پڑھے اور مسلسل تذکّر و تدبّر اور تفہّم و تفکّر کرتا رہے اور اپنے خود ساختہ خیالات و نظریات کی سند قرآن سے حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ حتی الامکان معروضی طور پر اس سے ہدایت اخذ کرنے کے لئے پڑھے ___ اس لئے کہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے تلاوت کا لغوی مفہوم ”پیچھے لگنے“ اور ”ساتھ رہنے“ کا ہے اور نفس میں حوالگی و سپردگی کی کیفیت تلاوت کا اصل جوہر ہے۔

۵۔ ترتیل

تلاوتِ قرآن پاک کی اعلیٰ ترین صورت یہ ہے کہ نماز (خصوصاً تہجد) میں اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو کر انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ اور متذکرہ بالا تمام شرائط کی

۱۱۶۸۱۵

Marfat.com

پابندی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اور توقف کرتے ہوئے قرآن پڑھا جائے جس سے قلب پر اثرات مرتب ہوتے چلے جائیں۔ قرآن کی اصطلاح میں اس قسم کی تلاوت کا نام ترتیل ہے اور نبی اکرم ﷺ کو جو احکام بالکل ابتدائی عہد رسالت میں ملے ان میں سے غالباً اہم ترین حکم یہی تھا کہ :

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلاَّ قَلِيْلاً ۝ نِّصْفَهٗ اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً ۝ اَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً ۝ (سورۃ مزمل ۱۔۴)

ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے' رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو مگر (ساری رات نہیں بلکہ) کم (یعنی) آدھی رات یا اس سے (کچھ) کم کر لیا کرو یا اس سے کچھ بڑھا دیا کرو' اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں ایک گونہ مماثلت اس کے طریق نزول سے بھی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے کہ قرآن خود رسول اللہ ﷺ پر ''جُمْلَةً وَّاحِدَةً'' یعنی یک بارگی نہیں اترا۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا اترا ہے اور سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ اعتراض نقل کر کے آخر پورا قرآن ایک بار ہی کیوں نازل نہیں ہو جاتا۔ جو لباً رسول اللہ ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ :

كَذٰلِكَ ج لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلاً ۔(الفرقان۔۳۲)

ترجمہ: کہ ہم اسی طرح (وقتاً فوقتاً) اس کے ذریعے سے تمہارا دل مضبوط کرتے رہیں اور (اس وجہ سے) ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترتیل ثبیت قلبی کا موثر ذریعہ ہے اور اس طرح قرآن پڑھنے سے قلب انسانی کو زیادہ سے زیادہ فیض وافادہ حاصل ہوتا ہے حتّٰی کہ شدت تاثر سے قلب پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عربی صاحب احکام القرآن نے ترتیل کی تفسیر میں سیدنا

Marfat.com

حسنؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو قرآن مجید اس طرح پڑھ رہا تھا کہ ایک ایک آیت پڑھتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ "کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا قول مبارک وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً نہیں سنا؟ دیکھ لو یہ ہے ترتیل!" ___ قرآن مجید کو بطریق ترتیل تلاوت کرنے ہی کا حکم ہے رسول اللہ ﷺ کے اس قول مبارک میں کہ :

اُتْلُوا الْقُرْاٰنَ وَابْکُوْا (ابن ماجہ)

ترجمہ: قرآن کو پڑھو اور روؤ

چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ کی صلوٰۃِ لیل کی یہ کیفیت روایات میں بیان ہوئی ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے جوشِ گریہ سے آپ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسے کوئی ہانڈی چولہے پر پک رہی ہو۔

۶۔ حفظ

اس ترتیل کی شرط لازم یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ قرآن یاد کیا جائے۔ بدقسمتی سے اس کا ذوق بھی ہمارے یہاں کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو گیا ہے۔ ایک تو حفظ قرآن کی صرف یہ صورت مروج رہ گئی ہے کہ پورا کلام پاک حفظ کیا جائے اور اس کے لئے ظاہر ہے کہ بچپن ہی کا زمانہ موزوں ہو سکتا ہے جب کہ کلام پاک کا مفہوم سمجھنے کا کوئی سوال ہی سرے سے پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کا ذوق بھی اب کم ہو رہا ہے اور الاّ ماشاء اللہ حفظ قرآن صرف غربا کے ایک طبقے کے لئے ایک پیشہ بن کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ بالکل ماضی قریب میں یہ حال تھا کہ شرفا اور اچھے کھاتے پیتے گھرانوں میں حفظ قرآن کا چرچا تھا اور ہندوستان کے بعض شہر تو ایسے بھی تھے جن میں اکثر گھروں میں کئی حافظ قرآن ہوتے تھے اور وہ گھرانا نہایت منحوس سمجھا جاتا تھا جس میں کوئی ایک شخص بھی

Marfat.com

حافظ نہ ہو۔ حفظ قرآن کا یہ سلسلہ نہایت مبارک ہے اور حفاظت قرآن کی الٰہی تدابیر میں سے ہے اور اس کی جانب بھی از سرِ نو توجہ وانہماک کی بشدید ضرورت ہے لیکن میں یہاں بالخصوص جس حفظ کا تذکرہ کر رہا ہوں وہ حفظ وہ ہے جو ترتیل قرآن کا حق ادا کرنے کے لئے ہر مسلمان پر واجب ہے۔ یعنی یہ کہ ہر مسلمان مسلسل زیادہ سے زیادہ قرآن یاد کرنے کے لئے کوشاں رہے تاکہ اس قابل ہو سکے کہ رات کو اپنے رب کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کا کلام اسے سنا سکے! افسوس ہے کہ اس کا ذوق بالکل ہی ختم ہو گیا ہے حتّٰی کہ علماء تک اس سے مستغنی ہو گئے ہیں اور ائمۂ مساجد جنہیں قرآن مجید سے سب سے زیادہ شغف ہونا چاہئے ان کا حال بھی یہ ہو گیا ہے کہ بس جتنا قرآن کبھی یاد کر لیا تھا اسی پر قناعت کئے بیٹھے ہیں اور ادل بدل کر انہی حصوں کو نمازوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔

اس کے برعکس ہونا یہ چاہئے کہ ہر شخص قرآن کے اس حصے کو جو اسے یاد ہو اپنا اصل اثاثہ اور سرمایہ سمجھے اور اس میں مسلسل اضافہ کے لئے کوشاں رہے تاکہ تلاوتِ قرآن کی سب سے اعلیٰ صورت یعنی ترتیل سے زیادہ سے زیادہ حظ حاصل کر سکے ____ اور اپنی روح کو زیادہ سے زیادہ غذا عمدہ سے عمدہ صورت میں فراہم کر سکے ____!

Marfat.com

تذکّر و تدبّر

ماننے اور پڑھنے کے بعد تیسرا حق قرآن مجید کا یہ ہے کہ اسے سمجھا جائے اور ظاہر ہے کہ کلام الٰہی نازل ہی اس لئے ہوا ہے اور اس پر ایمان کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس کا فہم حاصل کیا جائے۔ بغیر فہم کے مجرّد تلاوت کا جواز ایسے لوگوں کے لئے رہے جو پڑھنے لکھنے سے بالکل محروم رہ گئے ہوں اور اب تعلیم کی عمر سے بھی گزر چکے ہوں۔ ایسے لوگ اگر ٹوٹے پھوٹے طریق پر تلاوت کر لیں تو بھی بہت غنیمت ہے اور اس کا ثواب انہیں ضرور ملے گا۔ بلکہ ایک ایسا ان پڑھ شخص جو ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو اور اب اس کے لئے اس کا سیکھنا بھی ممکن نہ ہو اگر اس یقین کے ساتھ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اسے کھول کر بیٹھتا ہے اور محبت و عقیدت اور احترام و تعظیم کے ساتھ اس کی سطور پر محض انگلی پھیرتا رہتا ہے تو اس کے لئے اس کا یہ عمل بھی یقیناً موجب ثواب و برکت ہوگا لیکن ؎ پڑھے لکھے لوگ جنہوں نے تعلیم پر زندگیوں کا اچھا بھلا عرصہ صرف کر دیا ہو اور دنیا کے بہت سے علوم و فنون حاصل کئے ہوں۔ مادری ہی نہیں غیر ملکی زبانیں بھی سیکھی ہوں۔ اگر قرآن مجید کو بغیر سمجھے پڑھیں تو عین ممکن ہے کہ وہ قرآن کی تحقیر و توہین اور تمسخر و استہزاء کے مجرم گردانے جائیں اور اس اِعراض عن القرآن کی سزا تلاوت کے ثواب سے بڑھ جائے۔

؎ دراصل یہی وہ حقیقت ہے جو ایک حدیث میں بیان ہوئی۔ لیکن جس سے یہ بات بالکل غلط طور پر سمجھی گئی کہ اچھا بھلا پڑھا لکھا اور صاحب استعداد آدمی بھی قرآن کو بے سمجھے بوجھے اور غلط سلط پڑھنے پر بھی عند اللہ ثواب کا حقدار ہوگا۔

عن عائشۃَ قالت قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "الماھِرُ بِالقُرآن مع السَّفَرَۃِ االکوامِ البررۃِ والَّذِی یقرءُ القُرانَ ویتتعتَعُ فِیْہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شاقٌّ لَہٗ اَجْرانِ" (بخاری و مسلم)

ترجمہ: سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "قرآن کے ماہر کا درجہ تو معزز اور وفادار اور فرمانبردار فرشتوں کا ہے ہی۔ رہا وہ شخص جو قرآن کو پڑھتے ہوئے اٹکتا ہو اور اس کے لئے زحمت اور مشقت اٹھاتا ہو تو اس کے لئے دہرا اجر ہے"۔

Marfat.com

الآیہ کہ وہ قرآن کا علم حاصل کرنے کا عزم کرلیں اور اس کے لئے سعی وجد و جہد شروع کر دیں تو درمیانی عرصے میں اگر مجرد تلاوت بھی کرتے رہیں تو امید ہے کہ اس کا اجرا نہیں ملتا رہے گا۔

پھر ”فہم قرآن“ کوئی سادہ اور بسیط شئی نہیں بلکہ اس کے بے شمار مدارج و مراتب ہیں اور ہر انسان علم کے اس اتھاہ و ناپیدا کنار سمندر سے اپنی فطری استعداد' ذہنی ساخت' طبیعت کی افتاد ـــ پھر اپنی اپنی سعی و جہد' محنت و مشقت' کدوکاوش اور تحقیق و جستجو کے مطابق حصہ پاسکتا ہے حتّٰی کہ کوئی انسان خوہ کیسی ہی اعلیٰ استعداد کا مالک کیوں نہ ہو اور کتنی ہی محنت و کاوش کیوں نہ کرلے پھر چاہے پوری کی پوری عمر قرآن پر تدبر و تفکّر میں بسر کردے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی بھی مرحلے پر پہنچ کر وہ سیر ہو جائے اور یہ محسوس کرے کہ قرآن کا فہم کماحقہ اسے حاصل ہو گیا ہے اس لئے کہ خود صادق و مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ایک ایسا خزانہ ہے جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے اور جس پر غور و فکر سے انسان کبھی فارغ نہ ہو سکے گا۔[ے] وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ پس چاہئے کہ اصحابِ عزم و ہمت اور اربابِ حوصلہ و امنگ اس میدان کو اپنے حوصلوں اور امنگوں کی آماجگاہ بنائیں اور اس میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں۔

[ے] سیدنا علیؓ سے مروی ایک طویل حدیث میں قرآن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں کہ :
ولا يشبعُ منهُ العلماءُ ولا يَخْلُقُ عن كثرة الرّدّ ولا تنقضى عجائبُه'۔
ترجمہ: علماء کبھی اس کتاب سے سیر نہ ہو سکیں گے نہ کثرت و تکرار تلاوت سے اس کے لطف میں کوئی کمی آئے گی اور نہ ہی اس کے عجائبات (یعنی نئے نئے علوم و معارف) کا خزانہ کبھی ختم ہو سکے گا۔

”سمجھ“ کے لئے یوں تو قرآن مجید نے فہم و فکر اور عقل و فقہ کے قبیل کے تمام ہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ فہم قرآن کے لئے وسیع ترین اصطلاح جو قرآن میں

Marfat.com

سب سے زیادہ استعمال ہوئی ہے وہ ذکر و تذکّر کی ہے۔ چنانچہ خود قرآن اپنے آپ کو جابجا 'ذکر' 'ذکریٰ' اور تذکرہ کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے یہ اصطلاح درحقیقت فہم قرآن کی اوّلین منزل کا پتہ بھی دیتی ہے اور اس کی اصل غایت اور حقیقی مقصود کا سراغ بھی اس سے ملتا ہے اور ساتھ ہی اس سے اس حقیقیت کی طرف بھی رہنمائی ہوتی ہے کہ تعلیمات قرآنی نفس انسانی کے لئے کوئی اجنبی چیز نہیں ہیں بلکہ یہ درحقیقت اس کی اپنی فطرت کی ترجمانی ہے اور اس کی اصل حیثیت "یاد دہانی" کی ہے۔نہ کہ کسی نئی بات کے "سکھانے" کی ___ قرآن تمام ذی شعور انسانوں کو جنہیں وہ "اولوالالباب" اور "قومٌ یعقلون" قرار دیتا ہے تفکّر اور تعقّل کی دعوت دیتا ہے اور اس کا اوّلین میدان خود آفاق وانفس کہ قراد دیتا ہے جو آیاتِ الٰہی سے بھرے پڑے ہیں۔ ساتھ ہی وہ انہیں آیات قرآن میں بھی تفکّر و تعقّل کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ :

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (سورہ یونس۔ ۲۴)

ترجمہ: "اسی طرح ہم کھولتے ہیں اپنی آیات ان لوگوں کے لئے جو تفکر کریں"۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورہ نحل۔ ۴۴)

ترجمہ: "اور اتارا ہم نے تم پر ذکر کہ تم، جو کچھ لوگوں کے لئے اتارا گیا ہے اس کی وضاحت کرو تاکہ وہ تفکرّ کریں"۔

اسی طرح :

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورہ بقرہ ۲۴۲)

ترجمہ: "اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کی وضاحت فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو"۔

اور

Marfat.com

اِنَّا اَنزَلنٰهُ قُرءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُم تَعقِلُونَ (سورہ یوسف۔ ۲)

ترجمہ: "یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو"۔

آیات قرآنی، آیات آفاقی اور آیات انفسی میں تفکرّو تعقلّ کے نتیجے میں انسان محسوس کرتا ہے کہ ایک تو ان تینوں میں گہری ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور دوسرے یہ سب کامل توافق کے ساتھ بعض ایسے حقائق کی جانب رہنمائی کرتی ہیں جن کی شہادت خود اس کی اپنی فطرت میں مضمر ہے، اس طرح اس کے اپنے باطن کی مخفی شہادت اجاگر ہو کر اس کے شعور کے پردوں پر جلوہ فگن ہوتی ہے اور حقیقت نفس الامری کا علم جس کا دوسرا نام ایمان ہے اس کے شعور میں بالکل اس طرح ابھرتا ہے جیسے کسی تحریک کی بنا پر کوئی پرانی بھولی بسری بات انسان کی یادداشت کے ذخیرے کی گہرائیوں سے ابھر کر اُفقِ شعور پر طلوع ہوتی ہے۔ ___ اسی عمل (Phenomenon) کا نام قرآنی اصطلاح میں "تذکرّ" ہے۔

اس "تذکرّ" کی احتیاج ہر انسان کو ہے خواہ وہ عوام الناس میں سے ہو خواہ خواص کے طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "تذکرّ" کے لئے قرآن کو انتہائی آسان بنادیا ہے اور قرآن کی ایک ہی سورت میں چار مرتبہ یہ فرما کر کہ :

وَلَقَد يَسَّرنَا القُرءٰنَ لِلذِّكرِ فَهَل مِن مُّدَّكِرٍ ۝

(سورہ قمر۔ ۱۷۔ ۲۲۔ ۳۲۔ ۴۰)

ترجمہ: "اور البتہ ہم نے اس قرآن کو (لوگوں کی) نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے، پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟"

___ ہر انسان پر حجت قائم کر دی ہے کہ خواہ وہ کتنی ہی کم اور کیسی ہی معمولی استعداد کا حامل کیوں نہ ہو۔ فلسفہ و منطق اور علوم و فنون سے کتنا ہی نابلد اور زبان و ادب کی نزاکتوں اور پیچیدگیوں سے کتنا ہی ناواقف کیوں نہ ہو وہ قرآن سے تذکرّ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کی طبع سلیم اور فطرت

Marfat.com

صحیح ہو اور ان میں ٹیڑھ اور کجی راہ نہ پا چکی ہو ـــــ اور وہ قرآن کو پڑھتے ہوئے اس کا ایک سادہ مفہوم روانی کے ساتھ سمجھتا چلا جائے۔

"تیسیر القرآن للذکر" کے متعدد پہلو ہیں۔ مثلاً ایک تو یہی کہ اس کا اصل موضوع اور اساسی مضامین فطرت انسانی کے جانے پہچانے ہیں اور قرآن کو پڑھتے ہوئے ایک سلیم الطبع انسان خود اپنے باطن کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا طریق استدلال نہایت فطری اور انتہائی سادہ ہے۔ مزید یہ کہ مشکل مضامین کو نہایت دلنشین مثالوں کے ذریعے آسان بنا دیا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کے باوجود کہ یہ ادب کا شاہکار اور فصاحت وبلاغت کی معراج ہے۔ اس کی زبان عام طور پر نہایت آسان ہے اور عربی زبان کی تھوڑی سی سوجھ بوجھ اور معمولی سا ذوق رکھنے والا شخص بھی بہت جلد اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور بہت ہی کم مقامات ایسے رہ جاتے ہیں جہاں ایسے شخص کو دقت پیش آئے۔

لیکن تذکّر بالقرآن کے لئے بھی عربی زبان کا بنیادی علم بہر حال ناگزیر ہے اور متن کے ساتھ ساتھ قرآن کے کسی مترجم نسخے میں ترجمہ دیکھتے رہنا اس مقصد کے لئے قطعاً ناکافی ہے اور میں پوری دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ عربی کی اس قدر تحصیل کہ انسان قرآن مجید کا ایک رواں ترجمہ از خود سمجھ سکے اور تلاوت کرتے ہوئے بغیر متن سے نظر ہٹائے اس کے سرسری مفہوم سے آگاہ ہوتا چلا جائے ہر پڑھے لکھے مسلمان کے لئے فرض عین کا درجہ رکھتا ہے۔

ـــــ اور میں نہیں سمجھتا کہ ایک ایسا مسلمان جس نے کچھ بھی پڑھا لکھا ہو کجا یہ کہ غیر ملکی زبان تک سیکھی ہو، بی اے۔ ایم اے پاس کیا ہو، ڈاکٹری اور انجینئرنگ جیسے مشکل علوم و فنون حاصل کئے ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اتنی سی عربی بھی نہ سیکھ سکنے پر کیا عذر پیش کر سکے گا جس سے وہ اس کے کلام پاک کا فہم حاصل کر سکتا ـــــ حضرات! میں پورے خلوص اور خیر

Marfat.com

خواہی کے ساتھ آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا عربی سیکھ کر قرآن کا فہم حاصل کرنے سے باز رہنا اللہ کے کلام کا تمسخر اور استہزا ہی نہیں بلکہ اس کی تحقیر و توہین ہے اور آپ خود سوچ لیں کہ اپنے اس طرز عمل سے ہم اپنے آپ کو اللہ کی کیسی شدید باز پرس اور کتنی سخت عقوبت کا مستحق بنا رہے ہیں ___!

میرے نزدیک عربی زبان کی کم از کم اتنی تحصیل کہ قرآن مجید کا سرسری مفہوم انسان کی سمجھ میں آ جائے۔ ہر پڑھے لکھے مسلمان پر قرآن کا وہ حق ہے جس کی عدم ادائیگی نہ صرف قرآن بلکہ خود اپنے آپ پر بہت بڑا ظلم ہے۔

فہم قرآن کا دوسرا مرتبہ تدبّر قرآن' کا ہے۔ یعنی یہ کہ قرآن کو گہرے غور و فکر کا موضوع بنایا جائے اور اس کے علم و حکمت کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کی کوشش کی جائے۔ اس لئے کہ قرآن "هُدًى لِلنَّاس" ہے اور جس طرح عوام کو کائنات اور اپنی ذات کے بارے میں صحیح نقطہ نظر اور زندگی بسر کرنے کی واضح ہدایات عطا فرماتا ہے اسی طرح خواص اور اصحاب علم و فکر کے لئے بھی کامل ہدایت اور مکمل رہنمائی ہے اور ان کے ذہنی و فکری سفر کے ہر مرحلے اور ہر موڑ پر ان کی دستگیری فرماتا ہے۔

قرآن نے اپنے محل تدبّر ہونے کو بایں الفاظ خود واضح فرمایا ہے کہ :

كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيَاتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُو الْاَلْبَابِ۔ (سورہ ص۔ ۲۹)

ترجمہ: (یہ قرآن) ایک کتاب مبارک ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور سمجھ دار لوگ (اس سے) نصیحت حاصل کریں۔

اور عدم تدبّر کا گلہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

Marfat.com

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰن (سورۂ نساء۔۸۲)

ترجمہ: پھر کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) میں غور و فکر نہیں کرتے۔

اور

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (سورہ محمد۔۲۴)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) میں غور و فکر نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

''تذکّر'' کے اعتبار سے قرآن مجید جس قدر آسان ہے واقعہ یہ ہے کہ تدبّر کے نقطۂ نظر سے یہ اسی قدر مشکل ہے اور اس سمندر میں اترنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس کی گہرائیوں کا اندازہ ممکن ہے اور نہ اس کے کناروں ہی کا سراغ کسی کو مل سکتا ہے' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اس امر کی تصریح ملتی ہے کہ وہ ایک ایک سورت پر تدبّر و تفکّر میں طویل مدتیں صرف کرتے تھے حتیٰ کہ ان ہی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں جن کو رسول اللہ ﷺ نے ہفتے میں ایک بار ضرور قرآن مجید ختم کر لینے کی تاکید کی تھی یہ تصریح ملتی ہے کہ انہوں نے صرف سورہ بقرہ پر تدبّر میں آٹھ سال صرف کئے۔ ذرا غور فرمائیں کہ یہ ان لوگوں کا حال تھا جن کی اپنی زبان میں اور اپنی آنکھوں کے سامنے قرآن نازل ہوا تھا۔ چنانچہ نہ تو انہیں عربی زبان اور اس کے قواعد کی تحصیل کی کوئی ضرورت تھی نہ شانِ نزول اور سورۃ و آیات کے تاریخی پس منظر کو جاننے کے لئے کھود کرید کی کوئی حاجت۔ اس کے باوجود ایک ایک سورۃ پر ان کا سالہا سال غور و فکر کرنا یہ بتلاتا ہے کہ قرآن حکیم کے علم و حکمت کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کوئی آسان کام نہیں' بلکہ اس کے لئے سخت محنت اور شدید ریاضت کی ضرورت ہے چنانچہ بعد میں ابن جریر طبری' علامہ زمخشری اور امام فخر الدین رازی ایسے دسیوں بیسیوں نہیں سینکڑوں اور ہزاروں انسانوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں کھپائیں تب بھی کسی ایک ہی پہلو سے قرآن حکیم پر

Marfat.com

غور و فکر کر سکے اور حق یہ ہے کہ حق پھر بھی ادا نہ ہوا ___ اور ان چودہ صدیوں میں کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں گزار جس نے ضخیم سے ضخیم تفسیر لکھنے کے بعد بھی اس امر کا دعویٰ کیا ہو کہ اس نے قرآن حکیم پر تدبّر کا حق ادا کر دیا اور اس کا فہم کماحقہ حاصل کر لیا ___ تا بہ دیگراں چہ رسد؟

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں کسی عارف کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے قرآن کی عام تلاوت برائے تذکّر اور اس پر گہرے غور و فکر کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ وہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں قرآن مجید کا ایک ختم تو ہر جمعہ کو کر لیتا ہوں۔ ایک ختم ماہانہ کرتا ہوں' ایک سالانہ اور ایک اور ختم بھی ہے جس میں 'میں تیس سال سے مشغول ہوں اور تاحال فارغ نہیں ہو سکا۔

قرآن کو بطریق تدبّر پڑھنے کی شرائط بڑی کڑی ہیں اور ان کا پورا کرنا اس کے بغیر ہرگز ممکن نہیں کہ ایک انسان اپنے آپ کو بس اسی کے لئے وقف کر دے اور اپنی پوری زندگی کا مصرف صرف تعلیم و تعلّمِ قرآن ہی کو بنا لے۔ اس کے لئے اوّلاً عربی زبان کے قواعد کا گہرا اور پختہ علم ضروری ہے۔ پھر اس کے ادب کا ایک ستھرا ذوق اور فصاحت و بلاغت کا عمیق فہم لازمی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جس زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اس کا صحیح فہم اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ادبِ جاہلی کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے اور دورِ جاہلی کے شعرا و خطبا کے کلام سے ممارست بہم پہنچائی جائے۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ قرآن نے خود اپنی مخصوص اصطلاحات وضع کی ہیں اور اپنے خاص اسالیب ایجاد کئے ہیں جن سے انسان ایک طویل مدت تک قرآن کو پڑھتے رہنے اور اس پر غور کرتے رہنے کے بعد ہی مانوس ہوتا ہے ___ اس کے علاوہ نظمِ قرآن کا فہم بجائے خود تدبّرِ قرآن کے راہ کی ایک کٹھن منزل ہے اور مصحف کی موجودہ ترتیب کی حکمت کا علم جو ترتیبِ نزولی سے قطعاً مختلف ہے' اور اوّلاً مختلف سورتوں اور پھر ہر سورت کی آیتوں کے باہمی ربط و تعلق کو سمجھنا ایسا مشکل مرحلہ ہے جس پر بڑے بڑے اصحاب عزم و ہمت تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس مرحلے کو سر کئے بغیر "تدبّر قرآن" کے حق کی ادائیگی کا سوال ہی پیدا

Marfat.com

نہیں ہوتا ـــــ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسی معدن سے قرآن حکیم کے علم و حکمت کے اصل موتی حاصل ہوتے ہیں اور اسی سے اس بحرِ ناپید اکنار کی وسعتوں کا اصل اندازہ ہوتا ہے ـــــ !

ساتھ ہی قرآن کو سمجھنے کے لئے احادیث کے تمام ذخیرے پر انسان کی گہری نظر بھی لازمی ہے اور قدیم صحفِ آسمانی کا گہرا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ ان ساری منزلوں سے گزر کر ہی انسان اس قابل ہوتا ہے کہ قرآن کو بطریق تدبّر [۵] پڑھ سکے۔ اس کے بعد ایک دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اور وہ یہ کہ انسانی تاریخ کے ہر دور میں تجرباتی و عقلی دونوں قسم کے علوم ایک خاص سطح پر ہوتے ہیں اور قرآن پر تدبر کا حق اس کے بغیر ادا نہیں ہو سکتا کہ حکمت قرآنی کا طالب اپنی معلومات کے دائرے کو کم از کم اتنا وسیع ضرور کرے کہ ان تمام علوم طبعی و نظری کا ایک اجمالی خاکہ ان کے مقدمات و مبادی، طریق استدلال اور نہج استنتاج اور نتائج و عواقب کی اجمالی معرفت سمیت اس کے ذہن کی گرفت میں آجائے ـــــ

---

[۵] اس موضوع پر مولانا امین احسن اصلاحی کی شاہکار تالیف "مبادیٔ تدبّر قرآن" ہے۔ راقم کی درخواست ہے کہ جو قرآن حکیم کو بطریق تدبّر پڑھنے کا خواہش مند ہو وہ اس کتاب کا مطالعہ بالاستیعاب سبقاً سبقاً کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب اسے قران حکیم سے ایک قلبی انس بھی عطا کر دے گی اور ذہنی مناسبت بھی! (مولّف)

اس لئے کہ قرآن مجید کے علم و حکمت کے بحرِ زخّار سے ہر طالب بہر حال اپنے ظرفِ ذہنی کے عمق اور وسعت کے مطابق ہی حصہ پا سکتا ہے اور اس کتابِ منیر کا نورِ ہدایت ہر شخص پر اس کے "افق فکر و نظر" کی وسعت کی نسبت ہی سے روشن ہو سکتا ہے ـــــ اور انسان کا ظرف ذہنی اور افق فکری بہر حال متداول علومِ طبعی و عقلی ہی سے تیار ہوتا ہے۔

خاص طور پر تبلیغ و تبیین للنّاس کے اعتبار سے تو اس کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے بلکہ اس کے بغیر ان کا حق ادا ہونا تو کسی درجے میں بھی ممکن نہیں، اس لئے کہ ہر دور کے تجرباتی علوم کی سطح

Marfat.com

کے مطابق اور اسی کی مناسبت سے منطق و فلسفہ 'الٰہیات و مابعد الطبیعات' اخلاقیات و نفسیات اور دیگر علوم عمرانی کا ایک طومار ہوتا ہے جس سے ذہن بالعموم مرعوب ہوتے ہیں۔ ان کے پھیلائے ہوئے غلط افکار و نظریات کا توڑ اس کے بغیر قطعاً ممکن نہیں ہوتا کہ خود ان کا گہرا مطالعہ کیا جائے اور ان کے اصل سر چشموں (Original Sources) تک رسائی بہم پہنچا کر علیٰ وجہ البصیرت ان کی جڑوں پر اسی طرح ضرب کاری لگائی جائے جس طرح اپنے اپنے وقت میں امام ابن تیمیہ اور امام غزالی رحمہما اللہ لگا چکے ہیں۔ دورِ جدید اس معاملے میں غالباً اپنی منطقی انتہا کو پہنچ چکا ہے اور علوم متذکرہ بالا کے علاوہ علوم طبعی (Physical Sciences) اور فنون صنعتی (Technology) نے انتہائی بلندیوں کو چھو کر عقلِ انسانی کو اس طرح مبہوت و ششدر کر دیا ہے کہ ایک عام انسان کے لئے ان کے جلو میں آنے والے غلط نظریات و افکار پر جرح و تنقید قطعاً ناممکن ہو گئی ہے ____ اندریں حالات 'دورِ حاضر میں "تدبر قرآن" کا حق صرف اس طرح ادا ہو سکتا ہے کہ اصحابِ ہمت اور اربابِ عزیمت کی ایک بڑی جماعت اپنے آپ کو پوری طرح کھپا کر ایک طرف تدبّر قرآن کی متذکرہ بالا جملہ شرائط کو پورا کرے اور دوسری طرف جدید علوم عقلی و عمرانی کی گہری و براہ راست مہارت بہم پہنچائے اور پھر نہ صرف یہ کہ قرآن کی روشنی میں علوم جدید کے صحیح و غلط اجزاء کو بالکل علیحدہ کر دے بلکہ جدید استدلال اور معروف اصطلاحات کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں کے قریب ہو کر کلام کرے اور قرآن کے نور ہدایت کو لوگوں کی نگاہوں کے عین سامنے روشن کر دے! ____ تاکہ "لِتُبَیِّنَهٗ لِلنَّاسِ" کا جو فریضہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیّبہ میں ادا فرمایا تھا وہ اس دور میں آپ ﷺ کی امت کے ذریعے بھرپور ادا ہو ____ اور یہ کام ظاہر ہے کہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک عالم اسلام میں جابجا ایسی یونیورسٹیاں قائم نہ ہوں جن میں سے ہر ایک کا اصل مرکزی شعبہ "تدبّر قرآن" کا ہو اور اس کے گرد تمام علومِ عقلی جیسے منطق' مابعد الطبعیات' اخلاقیات' نفسیات اور الٰہیات' علومِ عمرانی جیسے معاشیات' سیاسیات اور قانون اور علومِ طبعی جیسے ریاضی' کیمیا' طبعیات' ارضیات اور فلکیات وغیرہ کے شعبوں کا ایک

Marfat.com

حصار قائم ہو اور ہر طالب علم "تدبّر قرآن" کی لازماً اور ایک یا اس سے زائد دوسرے علومِ کی اپنے ذوق کے مطابق تحصیل کرے اور اس طرح ان شعبہ ہائے علومِ میں قرآن کے علم و ہدایت کو تحقیقی طور پر اخذ کر کے موثر انداز میں پیش کر سکے۔

ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں! اس لئے اس پر ہر شخص مکلّف بھی نہیں۔ یہ کام اوّل تو ہے ہی صرف ان لوگوں کے کرنے کا جو علم کی ایک فطری پیاس لے کر پیدا ہوتے ہیں اور جن کے ذہنوں میں ایسے سوالات از خود پیدا ہو جاتے ہیں جن کا حل عقل کی جملہ وادیاں طے کئے بغیر ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یہ لوگ طلبِ علم پر اسی طرح مجبور ہوتے ہیں جیسے ایک بھوکا تلاشِ غذا پر یا ایک پیاسا تحصیلِ ماء پر۔ ایسے ہی لوگ مسلسل رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دعا کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اگر صحیح رہنمائی میسر آجائے تو علم و حکمت سے حصہ وافر پاتے ہیں۔ "تدبّر قرآن" اصلاً تو ایسے ہی لوگوں کے کرنے کا کام ہے ویسے ہر طالب علم اپنی اپنی استعداد اور اپنی اپنی محنت کے مطابق اس سے فیضیاب ہو سکتا ہے اور اس کے لئے ایک عام تشویق ہی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَہٗ (صحیح بخاری، عن عثمانؓ ابن عفانؓ)

ترجمہ: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔

اور قرآن حکیم نے ایک عام ہدایت دی کہ :

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ط لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

(سورۃ توبہ۔ ۱۲۲)

ترجمہ: پس کیوں نہیں نکلتا ہر ہر فرقے میں سے ان کا ایک گروہ تا کہ سمجھ پیدا کرے دین میں۔

Marfat.com

یہ "تفقہ فی الدین" تدبّر قرآن کا وہ ثمرہ ہے جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے چیدہ چیدہ صحابہؓ کے لئے دعا فرمائی ہے [1] اور جس کا آپ نے خِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ کے کلّیے کے ساتھ بطور شرط تذکرہ فرمایا ہے یعنی یہ کہ "اذا فقُهُوا" [2]

---

[1] جیسے مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں دعا فرمائی کہ "اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ"

[2] تم میں سے جو لوگ دورِ جاہلیت میں سب سے اچھے تھے وہی اسلام میں بھی سب سے اچھے ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔

Marfat.com

حکم و اقامت

''ایمان و تعظیم''۔ ''تلاوت و ترتیل'' اور ''تذکّر و تدبّر'' کے بعد قرآن مجید کا چوتھا حق ہر مسلمان پر یہ ہے کہ وہ اس پر عمل کرے اور ظاہر ہے کہ ماننا' پڑھنا اور سمجھنا سب فی الاصل ''عمل'' ہی کے لئے مطلوب ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید نہ تو کوئی جادو یا جنتر منتر کی کتاب ہے جس کا پڑھ لینا ہی دفعِ بلیّات کے لئے کافی ہو' نہ یہ محض حصولِ برکت کے لئے نازل ہوا ہے کہ بس اس کی تلاوت سے ثواب حاصل کر لیا جائے یا اس کے ذریعے جان کندنی کی تکلیف کو کم کر لیا جائے۔ اور نہ ہی یہ محض تحقیق و تدقیق کا موضوع ہے کہ اسے صرف ریاضتِ ذہنی کا تختۂ مشق اور نکتہ آفرینیوں اور خیال آرائیوں کی جولانگاہ بنا لیا جائے ___ بلکہ 'جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے' یہ ''ھُدًی لِلنَّاسِ'' یعنی انسانوں کے لئے رہنمائی ہے اور اس کا مقصد نزول صرف اس طرح پورا ہو سکتا ہے کہ لوگ اسے واقعتہً اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنا لیں۔

یہی وجہ ہے کہ خود قرآن حکیم اور اس ذات اقدس نے جس پر یہ نازل ہوا (ﷺ) اس بات کو بالکل واضح فرما دیا ہے کہ قرآن پر عمل نہ کیا جائے تو اس کی تلاوت یا اس پر غور و فکر کے کچھ مفید ہونے کا کیا سوال' خود ایمان ہی معتبر نہیں رہتا۔ چنانچہ قرآن مجید نے دوٹوک فیصلہ سنا دیا کہ :-

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

(سورۃ مائدہ۔ ۴۴)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے مزید وضاحت فرما دی کہ :

۱۔ لا یؤمن احد کم حتٰی یکون ھواہُ تبعًا لما جئت بہ

Marfat.com

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

۲۔ ما اٰمَنَ بالقرآنِ مَن استحلّ محارِمَہ' (ترمذی شریف)

ترجمہ: جو شخص قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرالے وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا۔

ایک ایسے شخص کا معاملہ تو مختلف ہے جو ابھی تلاشِ حق میں سرگرداں ہو اور قرآن کو پڑھ اور سمجھ کر ابھی اس کی حقانیت کے عدم یا اثبات کا فیصلہ کرنا چاہتا ہو' لیکن جو لوگ قرآن کو کتاب الٰہی تسلیم کریں ان کے لئے اس سے استفادے کی شرطِ لازم یہ ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کے رُخ کو قرآن کی سمت میں عملاً موڑ دینے اور اس کے ہر تقاضے کو پورا کرنے کی حتی الامکان سعی کے عزمِ مصمّم کے بعد قرآن کو پڑھیں۔ چاہے اس میں انہیں کیسے ہی کسر و انکسار' ترک و اختیار اور قربانی و ایثار کے ساتھ سابقہ پیش آئے ___ بلکہ جیسا کہ اس سے قبل ''تلاوت'' کے لغوی مفہوم کے ضمن میں عرض کیا جا چکا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی ہدایت تامہ تو درحقیقت منکشف ہی صرف ان لوگوں پر ہوتی ہے جو اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر کے اس کا مطالعہ کریں ___ اس عزمِ صادق کے بعد بھی ایک طویل مجاہدے اور کٹھن ریاضت کے بعد ہی نفس انسانی میں تسلیم و انقیاد کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اس قول مبارک میں بیان ہوئی جو ابھی میں نے آپ کو سنایا تھا۔ یعنی :

۱۔ لا یؤمن احد کم حتی یکون ھواہ' تبعًا لما جئت بہ۔

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس (ہدایت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

نفس انسانی میں اس کیفیت کا پیدا ہو جانا قرآن کی ''ہدایت تامہ'' کا نقطہ آغاز ہے۔ پھر جوں جوں اس کتاب ہدایت سے تمسّک بڑھتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید اضافہ ہوتا چلا

Marfat.com

جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ (سورة محمد ۱۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت (کی راہ) اختیار کی' اللہ انہیں اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں ان (کے حصے) کا تقویٰ عطا فرماتا ہے۔

یعنی انسان قرآن کی انگلی پکڑ کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش عملاً شروع کر دے تو صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے گا اور درجہ بدرجہ رشد و ہدایت میں ترقی کرتا چلا جائے گا ___ ورنہ اس کی تلاوت صرف وقت کا ضیاع ہی نہ ہو گی بلکہ عین ممکن ہے کہ اس کے لئے موجب لعنت ہو۔ جیسا کہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بعض عارفین کا قول نقل فرمایا کہ قرآن کے بہت سے پڑھنے والے ایسے ہیں جنہیں سوائے لعنت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب وہ پڑھتا ہے کہ "وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" یعنی اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر تو اگر وہ خود جھوٹا ہے تو یہ لعنت خود اسی پر ہوئی! اسی طرح جب ایک قاری تلاوت کرتا ہے کہ :

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورہ بقرہ۔ ۲۷۹)

ترجمہ: اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

تو اگر وہ خود اس حکم الٰہی سے سرتابی کرتا ہے تو اللہ اور رسول کے اس "اذان حرب" (Ultimatum) کا مخاطب خود وہی ہوا۔ اسی طرح کم تولنے اور تھوڑا ناپنے والے' پیٹھ پیچھے برائی کرنے والے اور رو در رو طعنہ دینے والے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ اور وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کی دردناک "بشارتوں" کے مصداق خود ہی بنتے ہیں ___ اسی پر مزید قیاس کر لیجئے کہ عمل کے بغیر قرآن مجید کی تلاوت سے انسان کو درحقیقت کیا حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

رہاان لوگوں کا معاملہ جو قرآن حکیم پر تحقیق و تدقیق، غور و فکر اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے ہوں لیکن خود اس کے تقاضوں کی ادائیگی سے غفلت برتیں تو ان کا معاملہ تو سب سے بڑھ کر سنگین ہو جاتا ہے اور ان کی یہ ساری کدو کاوش اور تحقیق و جستجو صرف ذہنی عیاشی ہی نہیں "تَلَعُّب بِالْقُرْاٰن" یعنی

ع بازی بازی باریشِ بابا ہم بازی

کے مصداق قرآن کے ساتھ کھیل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ نتیجتاً ان کے اپنے حصے میں بھی قرآن سے "ہدایت" نہیں "ضلالت" آتی ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (سورۃ بقرہ۔۲۶)

ترجمہ: بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔

___ اور اللہ کی مخلوق کے لئے بھی یہ طرح طرح کے فتنوں کا باعث اور نت نئی گمراہیوں اور ضلالتوں کا سبب بنتے ہیں، اس لئے کہ ان کا سارا قرآنی فکر اس آیت قرآنی کا مصداق بن جاتا ہے کہ:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ (سورۃ آل عمران۔۷)

ترجمہ: تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ (محکم آئیتیں چھوڑ کر) فتنے کی تلاش میں ان آئیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ ہیں اور ان کو (غلط) معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جنہیں "تدبر قرآن" کا خاص ذوق عطا ہوا تھا اور جو کئی کئی برس ایک ایک سورت پر غور و فکر اور تدبّر و تفہّم میں صرف کر دیتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ تصریح ملتی ہے کہ ان کے اس توقف کا اصل سبب یہ ہوتا تھا کہ وہ

Marfat.com

قرآن کے علم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اس پر پورے پورے عمل کا بھی حتی المقدور اہتمام کرتے تھے اور اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک انہیں یہ اطمینان نہیں ہو جاتا تھا کہ جتنا کچھ انہوں نے سیکھا اور پڑھا ہے اس پر عمل کی توفیق بھی انہیں حاصل ہو گئی ہے ___ آپ شاید یہ معلوم کر کے حیران ہوں کہ صحابہ کرامؓ قرآن کی کسی سورت یا اس کے کسی حصے کے حفظ کا مطلب صرف یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اسے یاد کر لیا جائے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ اس کا علم و فہم بھی حاصل ہو جائے اور اس پر عمل کی توفیق بھی بارگاہِ رب العزت سے ارزانی ہو جائے اور اس طرح قرآن ان کے فکر و عمل دونوں پر حاوی ہو جائے۔

گویا کہ حفظ قرآن کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا کہ قرآن ان کی پوری شخصیت میں رچ بس جائے اور اس کا نور ہدایت ان کے رگ و پے حتی کہ ریشے ریشے میں سرایت کر جائے۔ نتیجۃً اس کے الفاظ ان کے حافظے میں، اس کا علم ان کے ذہن میں اور اس کی تعلیمات ان کے اخلاق و عادات اور سیرت و کردار میں محفوظ ہو جائیں ؎ ___ !

؎ ملاحظہ ہو 'الاتقان فی علوم القرآن' کی مندرجہ ذیل روایت:

(بحوالہ مبادیٔ تدبّرِ قرآن۔ مولفہ مولانا امین احسن اصلاحی)

وقد قال ابو عبدالرحمٰن السلمی حدثنا الذین کانوا یقرؤن القرآن کعثمانؓ بن عفان و عبداللہ ابن مسعودؓ و غیرھما انھم اذا کانوا تعلموا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر اٰیات لم یتجاوزوھا حتّٰی یعلموا ما فیھا من العلم والعمل قالوا فتعلّمنا القراٰن والعمل جمیعًا ولھٰذا کانوا یبقون مُدّۃً فی حفظِ السورۃ

ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے ان لوگوں نے بیان کیا جو قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے جیسے عثمانؓ بن عفانؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کہ ان لوگوں کا دستور یہ تھا کہ اگر نبی ﷺ سے دس آیتیں بھی پڑھ لیتے تھے تو جب تک ان آیات کے تمام علم و عمل کو اپنے اندر جذب نہ کر لیتے آگے قدم نہ بڑھاتے' انہوں نے کہا کہ ہم نے قرآن کے علم و عمل دونوں کو ایک ساتھ حاصل کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک ایک سورت کے حفظ میں وہ برسوں لگا دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

اسی عمل (Phenomenon) کی تکمیلی اور اتمامی کیفیت کا ذکر ہے معلّمۂ امت' اُمّ المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس غایت درجہ حکیمانہ قول میں جو انہوں نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کیسی تھی؟ ___ کہ:

"کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن" یعنی آپ ﷺ کی سیرت تعلیمات قرآنی کا مکمل نمونہ تھی اور گویا کہ آپ ﷺ مجسم قرآن تھے۔ فداہ ابی وامی و ﷺ۔

غرضیکہ ___ قرآن سے استفادے کی صحیح صورت صرف یہ ہے کہ اس کا جتنا جتنا علم و فہم انسان کو حاصل ہو' اسے وہ ساتھ کے ساتھ اپنے اعمال وافعال' عادات واطوار اور سیرت و کردار کا جزو بناتا چلا جائے اور اس طرح قرآن مجید مسلسل اس کے خلق میں سرایت کرتا چلا جائے۔ بصورت دیگر اس کا خدشہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس قول مبارک کے مطابق کہ :

اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ (قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت بنے گا یا تمہارے خلاف) قرآن کا علم و فہم الٹا انسان کے خلاف حجتِ قاطع اور اس کی بد عملی پر سزا و عقوبت کی شدت میں اضافے کا سبب بن جائے۔

یہاں یہ وضاحت البتہ ضروری ہے کہ "عمل بالقرآن" کے دو پہلو ہیں۔ ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ قرآن مجید کے ایسے تمام احکام جو انسان کی انفرادی و نجی زندگی سے متعلق ہوں یا جن پر عمل کا اختیار اسے فی الفور حاصل ہو ان کو بجالانے پر ہر انسان اسی دم مکلّف ہو جاتا ہے جس دم وہ اس کے علم میں آئیں اور ان کے معاملے میں تاخیر و تعویق کا کوئی جواز سرے سے موجود نہیں ہے' ایسے احکام کی اطاعت و تعمیل میں کوتاہی وہ جرم عظیم ہے جس کی سب سے بڑی سزا خذلان اور سلبِ توفیق کی شکل میں ملتی ہے حتیٰ کہ قول و کردار اور علم و عمل کا یہ فرق و تفاوت اور ___ "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ" (سورہ صف۔ ۲) **ترجمہ:** "اے اہل ایمان'

Marfat.com

کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں"۔ کہ یہ کیفیت بالآخر نفاق پر منتج ہوتی ہے۔ یہی حقیقت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اس قول مبارک میں بیان ہوئی کہ :-

اکثرُ منا فقی اُمّتیُ قُرّاءُ ھَا (مسند احمد)

ترجمہ: میری امت کے منافقین کی سب سے بڑی تعداد قراء کی ہے۔

واضح رہے کہ یہاں قُرّاء سے مراد معروف معنی میں محض قاری نہیں بلکہ ان میں وہ عالم بھی شامل ہیں جو قرآن پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے ہوں لیکن اس پر عمل نہ کریں۔

لہذا سلامتی کی راہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ قرآن کا جس قدر علم بھی انسان کو حاصل ہو اس پر وہ حتی الامکان فوری طور پر عمل شروع کر دے۔

رہے دوسری قسم کے احکام، یعنی وہ جو ایسے اجتماعی معاملات سے متعلق ہوں جن پر ایک فرد کو کلی اختیار حاصل نہیں ہوتا تو ان کے بارے میں ظاہر ہے کہ ہر شخص بجائے خود مسئول و مکلّف نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ اس پر ضرور مکلّف ہے کہ اپنی امکانی حد تک حالات کو بدلنے اور ایسا اجتماعی ماحول برپا کرنے کی سعی و جہد کرے جس میں پورے کا پورا قرآن سمویا جا سکے۔ اور اس کے تمام احکامات کی مکمل تنفیذ کی جا سکے۔ ان حالات میں اس کی یہ کوشش اور جدوجہد "مَعۡذِرَةً اِلٰی رَبِّکُمۡ"[1] اور ان اجتماعی احکامات کی بالفعل تعمیل کی قائم مقام ہو جائے گی۔ لیکن اگر انسان ایسی جدوجہد بھی نہ کرے اور مطمئن ہو کر بس اپنی زندگی کی بقا اور اپنے بال بچوں کی پرورش میں لگا رہے تو اس صورت میں سخت خطرہ ہے کہ قرآن کے انفرادی و نجی نوعیت کے احکام پر عمل بھی "اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَتَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ"[2] کے مصداق گردانا جائے!

---

[1] سورۂ اعراف آیت ۱۶۴: **ترجمہ:** "اور جب کہا ان میں سے ایک گروہ نے کہ کیوں نصیحت کرتے ہو ایسے لوگوں

Marfat.com

کو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک یا شدید عذاب میں مبتلا کر کے رہے گا تو انہوں نے جواب دیا۔ تا کہ پروردگار کے یہاں ہمارا عذر قبول ہو اور (پھر) کیا عجب کہ وہ (اللہ سے) ڈر ہی جائیں"۔

۲؎ سورۂ بقرہ آیت ۸۵ : **ترجمہ:** "تو کیا تم ایمان رکھتے ہو کتاب الٰہی کے کچھ حصے پر اور کفر کرتے ہو دوسرے سے ؟"

ان الفاظ مبارکہ کے بعد جو تہدید قرآن میں وارد ہوئی ہے اس کو پڑھتے ہوئے ہر صاحب دل انسان لازماً کانپ اٹھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم نے بعینہٖ یہی روش اختیار کی اور نتیجۃً اسی تہدید کا ایک عملی مظہر بن کر رہ ہے ___ یعنی یہ کہ :

"تو جو کوئی تم میں سے یہ روش اختیار کرے اس کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا میں اسے ذلیل و رسوا کیا جائے اور آخرت میں شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے" ___ تو جہاں تک دنیا کی رسوائی کا تعلق ہے اس کا تو ایک عبرتناک نقشہ امت مسلمہ پیش کر رہی ہے۔ رہا عذاب اُخروی تو اس کے بھی حقدار بننے میں تو ہم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی' ویسے اللہ تعالیٰ فضل و کرم دستگیری فرمالے تو دوسری بات ہے :

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم (مائدہ۔۱۱۸)

ترجمہ: اگر عذاب دے تُو انہیں تو بیشک وہ بندے ہیں تیرے اور اگر معاف کر دے انہیں تو بے شک تو ہر چیز پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

___ اللہ اکبر! کیسی صادق آتی ہے ہمارے حال پر رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مبارک کہ :

ان اللّٰه يرفع بهذا الكتب اقواماً ويضع به اٰخرين۔ (مسلم : عن عمرؓ ابن الخطاب)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کتاب عزیز کی وجہ سے کچھ قوموں کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور دوسروں کو ذلت۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور "ہم" خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

جس طرح فہم قرآن کے لئے قرآن مجید کی وسیع تر اصطلاح "تذکّر" ہے' اسی طرح قرآن پر "عمل" کے لئے قرآن کی سب سے جامع اور کثیر الاستعمال اصطلاح "حکم بِمَا اَنزَلَ اللّٰه" ہے۔

"حکم" کے ذیل میں قرآن مجید نے اصل الاصول تو یہ متعین کیا کہ :-

اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰه (سورہ یوسف۔۴۰)

Marfat.com

ترجمہ: "حکم" (کا اختیار) سوائے اللہ کے اور کسی کو حاصل نہیں۔

پھر خود قرآن مجید کو "حکم" قرار دیا۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا (سورہ رعد۔ ۳۷)

ترجمہ: اور اسی طرح اتارا ہم نے اسے حکم بنا کر عربی زبان میں۔

اور نبی اکرم ﷺ کا فرض منصبی یہ قرار دیا کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ ۝ (سورہ نساء۔ ۱۰۵)

ترجمہ: بے شک، اتاری ہم نے تجھ پر کتاب حق کے ساتھ تاکہ تو فیصلہ کرے لوگوں کے مابین اس (علم و حکمت) کے ساتھ جو اللہ نے تجھ کو عطا فرمائی ہے۔

اور سورہ مائدہ کی (آیت ۴۴ تا ۴۷) میں دوٹوک فیصلہ سنادیا کہ جو لوگ اللہ کی کتاب کے مطابق "حکم" نہ کریں وہی کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔

"حکم" کا مفہوم ایک لفظ میں ادا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ لفظ "فیصلہ" ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ بات پیش نظر رہے کہ انسان میں اصل اہمیت کی دو چیزیں ہیں۔ ایک اس کا فکر ___ اور دوسرے اس کا عمل۔ "حکم" ایک ایسی جامع اصطلاح ہے جو بیک وقت ان دونوں کا احاطہ بھی کرتی ہے اور خاص طور پر ان کے ربط و تعلق کو واضح اوران کے مقامِ اِتّصال کو نمایاں کرتی ہے۔

کوئی خیال یا نظریہ جب انسانی فکر میں ایسا رچ بس جائے کہ اس کی "رائے" اور "فیصلہ" یعنی "حکم" بن جائے تو اس کا عمل خود بخود اس کے تابع ہو جاتا ہے ___ !

Marfat.com

اسی حقیقت کو نمایاں کرنے کے لئے قرآن حکیم نے عمل بالقرآن کے لئے حکم بما انزل اللّٰہ کی اصطلاح استعمال کی تا کہ یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ قرآن مجید پر عمل درحقیقت اسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کا فکر قرآن کے تابع ہو جائے اور قرآن کا بیان کردہ علم حقیقت انسان کے دل اور دماغ دونوں میں جاگزیں ہو جائے۔

آسمانی کتابوں پر عمل کے لئے قرآن مجید کی دوسرے اصطلاح ''اقامت'' کی ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے بارے میں فرمایا گیا کہ :-

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ○ (سورہ مائدہ۔٦٦)

ترجمہ: اور اگر وہ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو' اور اس کو جو نازل ہوا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے' تو رزق ملتا ان کو اوپر سے بھی اور ان کے پاؤں کے نیچے سے بھی۔

اور اس کے متصلاً بعد یہ فیصلہ سنادیا گیا۔

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (سورہ مائدہ۔٦٨)

ترجمہ: (اے پیغمبر) کہہ دو! اے اہل کتاب! نہیں ہو تم کسی راہ پر جب تک کہ نہ قائم کرو تم تورات اور انجیل کو اور اس تعلیم کو جو نازل کی گئی ہے تم پر تمہارے رب کی طرف سے۔

''حکم بما انزل اللّٰہ'' کا تعلق زیادہ تر افراد کے فکر و عمل سے ہے جبکہ 'اقامت ما انزل من اللّٰہ' سے مراد خاص طور پر اس نظام عدل اجتماعی کا قیام ہے جو کسی اجتماعیت کے شریک افراد اور کسی معاشرے کے مختلف طبقات کے مابین قسط اور عدل و انصاف پر مبنی توازن کا ضامن ہوتا ہے اور جس میں بند ھنے کے بعد کسی کے کسی پر ظلم و عدوان اور بغی و طغیان کا امکان باقی نہیں رہتا اور سیاسی جبر یعنی (Political Repression) اور معاشی استحصال یعنی

Marfat.com

(Economic Exploitation) سب کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶۶ جو ابھی میں نے بیان کی تھی اس میں اقامت ما انزل من اللّٰہ کے ثمرات کے طور پر عمومی خوش حالی و فارغ البالی کا تذکرہ خاص طور پر کیا گیا ہے۔

اس نظام عدل و قسط کے قیام کا تذکرہ کمال اجمال و غایت اختصار کے ساتھ تو سورہ حدید کی اس آیت میں ہوا ہے کہ :-

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (سورہ حدید۔ ۲۵)

ترجمہ: ہم نے بھیجے اپنے رسول کھلی نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور میزان تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں!

لیکن سورہ شوریٰ میں اس کا بیان ایسی وضاحت کے ساتھ ہوا ہے کہ اس سے حکم الٰہی اور اقامت دین اور ایمان بالکتاب اور قیام نظامِ عدل اجتماعی کا باہمی ربط و تعلق بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اس سورت کے دوسرے رکوع میں ایک نہایت حکیمانہ تدریج و ترتیب کے ساتھ اس مضمون کے تفاصیل بیان ہوئی ہیں چنانچہ سب سے پہلے وہی اصل الاصول بیان ہوا جس کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں یعنی یہ کہ حکم کا اصل اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے۔ چنانچہ آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد ہوا۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: (لوگو) جن جن باتوں میں تم آپس میں اختلاف رکھتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔

پھر آیت نمبر ۱۳ میں اسی "حکم الٰہی" کے دین و شریعت کی شکل میں "ڈھلنے" کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ :-

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا

Marfat.com

وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُو الدِّيْنَ وَلاَ تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ○

ترجمہ: (لوگو) اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کو (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (بھی) وحی کیا ہے اور جس کا حکم ہم نے موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی دیا تھا (اس تاکید کے ساتھ) کہ اس دین کو قائم کرنا ہے اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

پھر آیت نمبر ۱۵ میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا گیا۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلاَ تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ ج وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ج وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ط

ترجمہ: پس تو اسی کی دعوت دے اور قائم رہ جیسا حکم ہوا تجھے اور مت پیچھے چل ان کی خواہشوں کے اور کہہ دے کہ میں ایمان لایا اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہے اللہ نے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مابین عدل کروں۔

پھر آیت نمبر ۱۷ میں اس پوری بحث کا خاتمہ ان جامع الفاظ پر ہوا کہ :-

اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ط وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ"۔

ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے اتاری کتاب کامل حق کے ساتھ اور میزان بھی ___ اور تجھے کیا خبر، شاید قیامت قریب ہی ہو۔

سورہ حدید کی آیت نمبر ۲۵ کی طرح سورہ شوریٰ کی اس آیت میں بھی کتاب کے ساتھ "میزان" کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔ اس کی تشریح میں مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ نے بڑی جامع بات فرمائی ہے کہ :

"اللہ نے مادی ترازو بھی اتاری جس میں اجسام تلتے ہیں اور علمی ترازو بھی جسے عقلِ سلیم کہتے

Marfat.com

ہیں اور اخلاقی ترازو بھی جسے صفتِ عدل و انصاف کہا جاتا ہے اور سب سے بڑی ترازو دین حق ہے اور جو خالق اور مخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے اور جس میں بات پوری تلتی ہے ' نہ کم نہ زیادہ "۔

قرآن مجید تشتّت و انتشار اور افتراق و اختلاف کا اصل سبب بَغْيًا بَيْنَهُمْ کو قرار دیتا ہے چنانچہ سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۳ میں بھی وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ کے تاکیدی حکم کے بعد آیت نمبر ۱۴ میں تفرقہ و انتشار کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ :

وَمَا تَفَرَّقُوْآ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ط

ترجمہ: اور نہیں تفرقے میں پڑے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس 'علم' پہنچ چکا ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کی غرض سے۔

دین حق اور اللہ کی نازل کردہ کتاب اور میزان کی اقامت سے اس بغی و طغیان کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں پھر نہ احبار اور رہبان کے لئے یہ موقع رہتا ہے کہ وہ "اَرْبَابٌ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" بن کر بیٹھ سکیں۔ نہ سرمایہ "دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ" (سورۃ حشر۔۷) "تمہارے دولت مندوں ہی کے مابین الٹ پھر میں" کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ نہ ہی کسی سیاسی جبر و استبداد کا موقع باقی رہتا ہے۔ بلکہ تمام انسان اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں اور ان کے اولوالامر کا فرض یہ قرار پاتا ہے کہ وہ ہر ضعیف کو قوی سمجھیں جب تک اسے اس کا حق نہ دلوا دیں اور ہر قوی کو ضعیف سمجھیں جب تک اس سے حق وصول نہ کر لیں ___ اِقوامَۃ مَا اُنْزِلَ مِنَ اللّٰهِ کے ذریعے ایسے عادلانہ و منصفانہ نظامِ اجتماعی کا قیام کتاب الٰہی کے ماننے والوں کا وہ فرض ہے جس پر وہ بحیثیت مجموعی مکلّف ہیں اور جس کے بارے میں جوابدہی کی فکر انہیں کرنی چاہئے ___ یہی وجہ ہے کہ سورۂ شوریٰ میں اس سلسلہ مضمون کے آخر میں یہ

Marfat.com

فرما کر کہ کیا عجب کہ قیامت قریب ہی ہو متنبہ کر دیا گیا ہے کہ کتاب اور میزان کے حقوق کی ادائیگی کی جلد فکر کرو ایسا نہ ہو کہ تم لیت و لعل اور تاخیر و تعویق ہی میں پڑے رہو اور آخری حساب کتاب کی گھڑی اچانک آن کھڑی ہو اور اللہ کی کتاب اور میزان کا حق صرف اس طرح ادا ہو سکتا ہے کہ بمصداق لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ اور وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اس نظام عدل اجتماعی کو عملاً قائم کر دیا جائے جو اللہ نے دین و شریعت کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔

پوچھا جا سکتا ہے کہ کتاب الٰہی کے اس حق کی ادائیگی کے لئے کیا عملی تدبیر اختیار کی جائے؟ تو اگرچہ یہ موضوع میری اس وقت کی گفتگو سے براہِ راست متعلق نہیں تاہم یہ اشارہ مناسب بلکہ ضروری ہے کہ اقامت دین اور قیامِ نظامِ عدلِ قرآنی کی جدوجہد کو دنیا کی کسی دوسری سیاسی، معاشی یا معاشرتی تحریک پر قیاس کرنا نہایت غلط اور اس کا عملی نقشہ کسی دوسری تحریک سے اخذ کرنا سخت مضر ہی نہیں انتہائی مہلک ہے۔ جس طرح ایک فرد میں اسلام کی مطلوبہ تبدیلی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ پہلے قرآن کو اس کے دل و دماغ میں اتارا جائے تاکہ اس کا ذہن و فکر اور جذبات و احساسات سب قرآن کے تابع ہو جائیں۔ نتیجتاً اس کا عمل از خود قرآن کے تابع ہو جائے گا۔ اسی طرح کسی ہیئت اجتماعی میں بھی اسلامی انقلاب صرف اس طرح برپا کیا جا سکتا ہے کہ پہلے اس کے ذہین اور سوچنے اور سمجھنے والے طبقات کے قلوب و اذہان نورِ قرآن سے منور ہوں، اور ان کے فکر و نظر میں قرآنی انقلاب برپا ہو جائے۔ کسی ہیئت اجتماعیہ کے اصحاب علم و فکر کے طبقے میں ایمان اور یقین کا ایک مضبوط مرکز (Nucleus) قائم ہو جائے تو پھر اس سے نورِ ایمان اور بصیرتِ دینی ان دوسرے طبقات میں لازماً سرایت کریں گے جو جسد اجتماعی میں اعضاء و جوارح کی حیثیت رکھتے ہیں اور رفتہ رفتہ پوری اجتماعیت نورِ ایمان سے جگمگا اٹھے گی اور پورے کا پورا دین اپنے مکمل نظام عدل اجتماعی سمیت عملاً قائم ہو سکے گا__ اس ایک راہ کے سوا اقامت دین کی کوئی اور راہ موجود نہیں اور یہ خیال تو بالکل ہی خام اور أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ

Marfat.com

(سورہ عنکبوت۔۴۱ : "اور سب گھروں میں سب سے بودا گھر مکڑی کا گھر ہے"۔) کا کامل مصداق ہے کہ کسی مسلمان قوم کے اسلام کے ساتھ ایک موروثی مذہب کی حیثیت سے جذباتی لگاؤ اور تعلق کو مشتعل(Exploit) کر کے ایک سیاسی تحریک برپا کر دینے سے قرآن کا نظام قائم کیا جا سکتا ہے ـــــ بہر حال یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل بات جو اس وقت عرض کرنی مقصود ہے' یہ ہے کہ قرآن مجید پر عمل یعنی "حکم بما انزل اللّٰہ" اور "اقامت ما انزل من اللّٰہ" قرآن مجید کا وہ حق ہے جو ہر مسلمان پر اس کی انفرادی حیثیت میں اور پوری امت مسلمہ پر اجتماعی اعتبار سے عائد ہوتا ہے اور جس کی ادائیگی کی فکر ہم میں سے ہر شخص کو انفرادی طور پر اور پوری امت کو اجتماعی طور پر کرنی چاہئے۔

Marfat.com

تبلیغ و تبیین

ماننے، پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے علاوہ قرآن مجید کا ایک اور حق بھی ہر مسلمان پر حسب صلاحیت واستعداد عائد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔

پہنچانے کے لئے قرآن حکیم کی اصل اور جامع اصطلاح "تبلیغ" ہے لیکن تبلیغ کے پہلو بھی بہت سے ہیں اور مدارج ومراتب بھی۔ حتیٰ کہ تعلیم بھی تبلیغ ہی کا ایک شعبہ اور تبیین بھی اسی کا ایک بلند تر درجہ ہے۔

قرآن حکیم خود اپنے مقصد نزول کی تعبیر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ

ترجمہ: یہ (قرآن) پہنچا دینا ہے لوگوں کے لئے اور تاکہ وہ اس کے ذریعے خبردار کردیئے جائیں۔

اور نبی اکرم ﷺ پر اپنے نزول کا اوّلین مقصد یہ قرار دیتا ہے کہ:

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (سورہ انعام۔۱۹)

ترجمہ: اور یہ قرآن میری طرف اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے (اس کو اللہ کے عذاب سے) ڈراؤں۔

واضح رہے کہ ایک بگڑے ہوئے معاشرہ میں "تبلیغ" کا پہلا قدم "انداز" ہی کا ہوتا ہے۔

ساتھ ہی اس بات کو غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیتا ہے کہ اس قرآن پاک کی بلا کم وکاست اور بعینہٖ تبلیغ رسول اللہ ﷺ کا وہ فرض منصبی ہے جس میں ادنیٰ کوتاہی بھی فرائض نبوت ورسالت میں تقصیر شمار ہوگی۔ چنانچہ سورۂ مائدہ میں انتہائی تاکیدی حکم دیا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا

Marfat.com

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط (سورہ مائدہ۔ ۶۷)

ترجمہ: اے رسول ﷺ جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی (بلا کم وکاست) تبلیغ کرو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اللہ کے فرض رسالت کو ادا نہیں کیا۔

بعثت کی پہلی ساعت سے لے کر حیات دنیوی کی آخری گھڑی تک مسلسل تئیس سال رسول اللہ ﷺ اپنے اس فرض منصبی کی ادائیگی کے لئے محنت و مشقت اٹھاتے اور شدائد و مصائب برداشت کرتے رہے اور اس عرصہ میں آپ ﷺ کی دعوت اگرچہ بہت سے مراحل سے گزری جن میں آپ کی مصروفیات بہت متنوع نظر آتی ہیں لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے عرصے میں آپ کی جدوجہد کا اصل محور قرآن مجید ہی رہا اور اسی کی تلاوت و تبلیغ اور تعلیم و تبیین میں آپ مسلسل مصروف رہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں چار مقامات پر آپ ﷺ کے طریقِ دعوت و تبلیغ اور نہجِ اصلاح وانقلاب کی وضاحت ان الفاظ میں ہوئی ہے کہ :

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

(سورہ بقرہ۔ ۱۲۹، سورہ ال عمران۔ ۱۶۴، سورہ جمعہ۔ ۲)

ترجمہ: وہ (رسول اللہ ﷺ) تلاوت کرتے ہیں ان پر اس (اللہ) کی آیات کی اور تزکیہ کرتے ہیں ان کا اور تعلیم دیتے ہیں ان کو کتاب اور حکمت کی۔

ظاہر ہے کہ ان الفاظ کریم کا مطلب وہی ہے جو میں اس سے قبل آپ کے سامنے اسلامی انقلاب کے مخصوص طریق کی وضاحت کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں ___ بہر حال اس طریق پر مسلسل تئیس برس محنت کر کے رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی تبلیغ کا حق ادا فرمادیا اور اللہ کی امانت اس کے بندوں تک پہنچادی۔ ادائے امانت الٰہی کی اس جدوجہد کے دوران بھی آپ ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے اپنے اس فرض منصبی کی ادائیگی میں اس تاکیدی حکم کے ذریعے تعاون حاصل فرمایا کہ :

Marfat.com

بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً

ترجمہ: پہنچاؤ میری جانب سے چاہے ایک ہی آیت۔

ھ ان نفوسِ قدسیہ میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال تو حد درجہ تابناک ہے، جن کی تعلیم و تبلیغ قرآنی کے ذریعے ہی مدینہ منورہ میں انقلاب برپا ہوا اور یہ سرزمین "دار الھجرت" کا شرف و اعزاز پانے کے قابل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور اپنے مشن کی تکمیل پر ___ مستقبل کے لئے فریضہ تبلیغ قرآن کی پوری ذمہ داری اپنی امت کے حوالے فرمادی۔ چنانچہ حجتہ الوداع کے خطبے میں سوا لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین سے متعدد بار یہ شہادت لے کر کہ میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے آئندہ کے لئے یہ مستقل ہدایت جاری فرمادی کہ :-

فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

ترجمہ: اب جو لوگ یہاں موجود ہیں ان کا فرض ہے کہ ان تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں۔

اور اس طرح قیامت تک کے لئے فریضہ تبلیغ قرآن کا بوجھ امتِ محمد ﷺ کے کاندھوں پر آ گیا جس کے لئے بحیثیت مجموعی وہ اللہ کے ہاں مسئول ہو گی ___ اب ظاہر ہے کہ امت افراد ہی پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اس امت کا ہر فرد اپنی اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق اس فرض کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ علماء اور فضلاء پر یہ ذمہ داری ان کے علم و استعداد کی نسبت سے عائد ہوتی ہے اور عوام پر ان کی صلاحیت کی نسبت سے ہے۔

بہر نوع رسول اللہ ﷺ کے ان مبارک الفاظ کے عموم سے کہ بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً ثابت ہوتا ہے کہ اس ذمہ داری سے بالکل بری کوئی بھی نہیں۔ جسے ناظرہ پڑھنا آتا ہے وہ دوسروں کو ناظرہ پڑھنا سکھادے، جسے حفظ ہے وہ دوسروں کو یاد کرائے، جسے ترجمہ آتا ہے وہ دوسروں کو ترجمہ پڑھائے اور جسے اس کا کچھ علم و فہم حاصل ہے وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔ حتٰی کہ اگر کسی کو ایک آیت ہی یاد ہو اور وہ اسے ہی دوسروں کو یاد کرادے۔ یا قرآن کی کسی ایک آیت یا سورت

Marfat.com

کا مفہوم معلوم ہو اور وہ صرف اسی کا علم دوسروں تک منتقل کر دے تو یہ بھی "تبلیغ قرآن" میں شامل ہے۔ اگرچہ اس مقدس اور عظیم الشان فرض کی ادائیگی کی جو ذمہ داری امت مسلمہ پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے وہ صرف اس وقت پوری ہو سکتی ہے جب قرآن کا متن اور اس کا مفہوم اطراف واکنافِ عالم تک پہنچا دیا جائے____!

بحالات موجودہ یہ ایک بہت دور کی بات اور سہانا خواب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ واقعی صورت حال یہ ہے کہ وہ امت جو قرآن کو اقوام وامم عالم تک پہنچانے کی ذمہ دار بنائی گئی تھی آج اس کی محتاج ہے کہ خود اسے قرآن پہنچایا جائے۔ لہذا اس وقت اصل ضرورت اس کی ہے کہ خود امت مسلمہ میں تعلیم و تعلّم قرآن کی ایک رو چل نکلے اور ہر مسلمان درجہ بدرجہ قرآن سیکھنے اور سکھانے میں لگ جائے' میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا تبلیغ ہی کا ایک شعبہ تعلیم بھی ہے اور اسی کا ایک اعلیٰ درجہ وہ ہے جسے قرآن حکیم "تبیین" کا نام دیتا ہے۔ یعنی یہ کہ قرآن مجید کو صرف پہنچا ہی نہ دیا جائے بلکہ اس کی پوری وضاحت کی جائے اور ایک تو جیسا کہ میں نے قرآن پر تدبّر کے ضمن میں عرض کیا تھا لوگوں کے ذہنوں کے قریب ہو کر کلام کیا جائے اور قرآن کا نور ہدایت لوگوں کی نگاہوں کے عین سامنے روشن کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ اس کی سُوَر وآیات کے مدلولات ومضمنات کو پوری طرح کھول دیا جائے۔

قرآن حکیم نے اپنے آپ کو "بیان" کے لفظ سے بھی تعبیر کیا ہے جیسے :

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورہ ال عمران۔ ۱۳۸)

ترجمہ: یہ وضاحت ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کے لئے۔

اور اپنے لئے مبین اور اپنی آیات کے لئے بیّنات اور مبیّنات کی صفات کا استعمال نہایت کثرت سے کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ کتب الٰہی کی تبیین و توضیح انبیاء کرام علیہم السلام کی ذمہ داری بھی ہے اور ان امتوں کی بھی جو ان کی حامل بنائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے

Marfat.com

خطاب کر کے فرمایا گیا کہ :-

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡھِمۡ وَلَعَلَّھُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ (سورہ نحل۔ ۴۴)

ترجمہ: اور (اسی طرح اب) یہ ذکر (قرآن) تم پر نازل کیا ہے تا کہ جو (تعلیم) لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ان کی طرف بھیجی گئی ہے تم اس کی تشریح و توضیح ان کے سامنے کرتے جاؤ اور تا کہ وہ (خود بھی) غور و فکر کریں (اور ہدایت پالیں)

اور اہل کتاب کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان سے تبیین کتاب کا عہد لیا گیا تھا :

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکۡتُمُوۡنَہٗ (سورہ آل عمران۔ ۱۸۷)

ترجمہ: اور جب لیا اللہ نے عہد ان لوگوں سے جنہیں عطا فرمائی اپنی کتاب کہ تم ضرور بیان کرتے رہو گے اس کو لوگوں کے سامنے اور نہ چھپاؤ گے اس کو۔

لیکن جب انہوں نے اپنے اس فرض کو ادا نہ کیا اور الٹا کتمانِ حق کے مرتکب ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق قرار دیئے گئے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَالۡھُدٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلۡعَنُھُمُ اللّٰعِنُوۡنَ ۝ (سورہ بقرہ۔ ۱۵۹)

ترجمہ: بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ہمارے نازل کئے ہوئے واضح احکام کو اور ہدایت کو اس کے بعد بھی کہ کھول کر بیان کر دیئے ہیں ہم نے وہ' لوگوں کے لئے اس کتاب میں' وہی لوگ ہیں کہ لعنت کرتا ہے ان پر اللہ بھی اور لعنت کرتے ہیں ان پر سب لعنت کرنے والے۔

اس تبیین کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر قوم پر اس کی عام زبان اور آسان محاورے میں سہل انداز

Marfat.com

سے قرآن مجید کا سرسری مفہوم واضح کر دیا جائے۔ اس لئے کہ کسی قوم کے لئے تبیین قرآن اس کی اپنی زبان ہی میں ہو سکتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا کہ :

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ (سورہ ابراہیم۔ ۴)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر بولتا تھا وہ زبان اپنی قوم ہی کی تا کہ واضح کر دے ان پر (اللہ کا پیغام)

اور اس کا آخری درجہ یہ ہے کہ کتاب الٰہی کے علم و حکمت اور اس کے مضمرات و مقدرات کو کھول کر بیان کیا جائے' اس کے نہج استدلال کو واضح کیا جائے۔ اس کے دلائل و براہین کی مدد سے تمام گمراہ کن خیالات و نظریات کی مدلل تردید کی جائے اور وقت کی بلند ترین علمی سطح پر اعلیٰ ترین علمی استدلال کے ساتھ قرآن حکیم اور اس کی تعلیمات کی حقانیت کو مبرہن کر دیا جائے۔ تبیین قرآن کے ادنیٰ درجے کے حق کی ادائیگی کی صورت فی الوقت یہ ہے کہ دنیا کی ہر قابل ذکر زبان میں قرآن مجید کے فصیح و بلیغ تراجم مع مختصر تشریح و تفسیر شائع کئے جائیں اور ان کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی جائے ___ اور اعلیٰ درجہ میں اس کے حق کی ادائیگی صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ جیسا کہ میں نے تدبّر قرآن کے ضمن میں عرض کیا تھا عالم اسلام میں جابجا ایسی درس گاہیں اور یونیورسٹیاں قائم ہوں جن کا مرکزی موضوع قرآن حکیم ہو اور ان کے ذریعے اعلیٰ ترین علمی سطح پر قرآن مجید کی ہدایت کی وضاحت کی جائے۔

حضرات! یہ ہیں قرآن مجید کے وہ حقوق جو میرے فہم کے مطابق ہم سب پر بحیثیت مسلمان عائد ہوتے ہیں اور جن کی ادائیگی کی فکر ہمیں کرنی چاہئے۔ ہم وہ خوش قسمت قوم ہیں جس کے پاس اللہ کا کلام پاک من و عن محفوظ اور موجود ہے۔ یہ بات جہاں بہت بڑے اعزاز کا باعث ہے وہیں اس کی بنا پر ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ہم پر عائد ہوتی ہے۔ ہم سے پہلے کتاب الٰہی کے حامل بنی اسرائیل بنائے گئے تھے لیکن جب انہوں نے اس منصب عظمیٰ کی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ اس اعزاز و اکرام کے لائق نہیں تو ایک دوسری قوم پیدا کر دی گئی

Marfat.com

اور اسے قرآن مجید کا حامل بنا کر کھڑا کر دیا گیا۔ قرآن پاک میں کتاب الٰہی کے حامل ہو کر اس کے حقوق کو ادا نہ کرنے والوں کے لئے پہلے ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ :

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا۔ (سورہ جمعہ۔۵)

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو حامل تورات بنائے گئے پھر نہ اٹھایا انہوں نے اس (کی ذمہ داری) کو اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ پیٹھ پر لادے پھر رہا ہو۔

اور پھر اس کے فوراً بعد واضح کر دیا گیا ہے کہ ان کا یہ طرز عمل آیات الٰہی کی تکذیب کے مترادف ہے۔

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ۔ (سورہ جمعہ۔۵)

ترجمہ: بُری ہے مثال ان لوگوں کی جو جھٹلاتے ہیں اللہ کی آیات کو۔

اور ساتھ ہی یہ اللہ کی سنت بھی بیان کر دی گئی ہے کہ :

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (سورہ جمعہ۔۵)

ترجمہ: اور اللہ (ایسے) ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا یا آپ کا شمار اللہ کے نزدیک ان لوگوں میں ہو اور دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں صحیح معنی میں قرآن کا حامل بنائے۔

سورہ فرقان کی اس آیت کریمہ میں کہ :

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ (آیت۔۳۰)

ترجمہ: اور رسول ﷺ کہیں گے "اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا"۔

Marfat.com

آ ... ہیں لیکن

قرآن ... عدم توجہ

والتفا...

"آیت میں اگرچہ تذکرہ صرف کافروں کا ہے تاہم قرآن کی ... ین نہ کرنا' اس میں تدبّر نہ کرنا' اس پر عمل نہ کرنا' اس کی تلاوت نہ کرنا' اس کی صحیح قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا' اس سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا یہ سب صورتیں در ... رجہ ہجرانِ قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں"۔

میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ہمارا شمار ایسے لوگوں میں ہو اور اس دعاءِ ماثورہ پر اپنی اس تقریر کو ختم کرتا ہوں جو بالعموم صرف ختم قرآن پر پڑھی جاتی ہے لیکن جس کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ ہمیں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہئے تاکہ ہمیں بارگاہِ رب العزت سے قرآن مجید کے حقوق ادا کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِالْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ○ وَاجْعَلْهُ لَنَا اِمَامًا وَنُوْرًا وَ هُدًى وَ رَحْمَةً○ اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنَا مِنْهُ مَانَسِيْنَا وَعَلِّمْنَا مِنْهُ مَا جَهِلْنَا وَارْزُقْنَا تِلَاوَتَهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لَنَا حُجَّةً يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ○ (اٰمين)

ترجمہ: پروردگار۔ ہم پر قرآن عظیم کی بدولت رحم فرما اور اسے ہمارے لئے پیشوا' نور اور ہدایت و رحمت بنا دے۔ پروردگار اس میں سے جو کچھ ہم بھولے ہوئے ہیں وہ ہمیں یاد کرا دے اور جو ہم نہیں جانتے ہمیں سکھا دے اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ اس کی تلاوت کریں راتوں کو بھی اور دن کے حصوں میں بھی اور بنا دے اسے دلیل ہمارے حق میں۔ اے تمام جہانوں کے پروردگار (آمین)

Marfat.com

حقوقِ قرآن

پبلشرز
ولایت سنز لاہور

Marfat.com